"قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی"
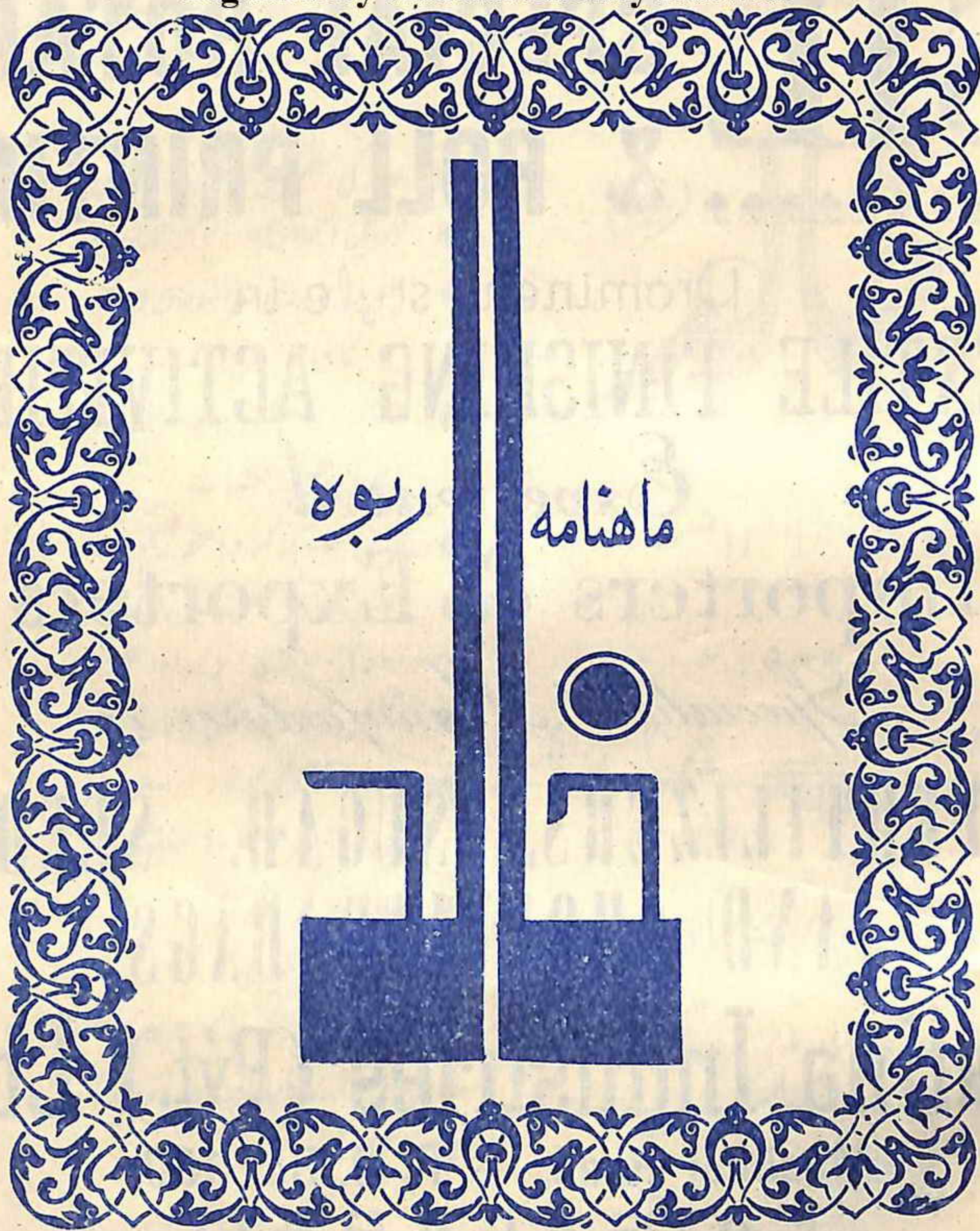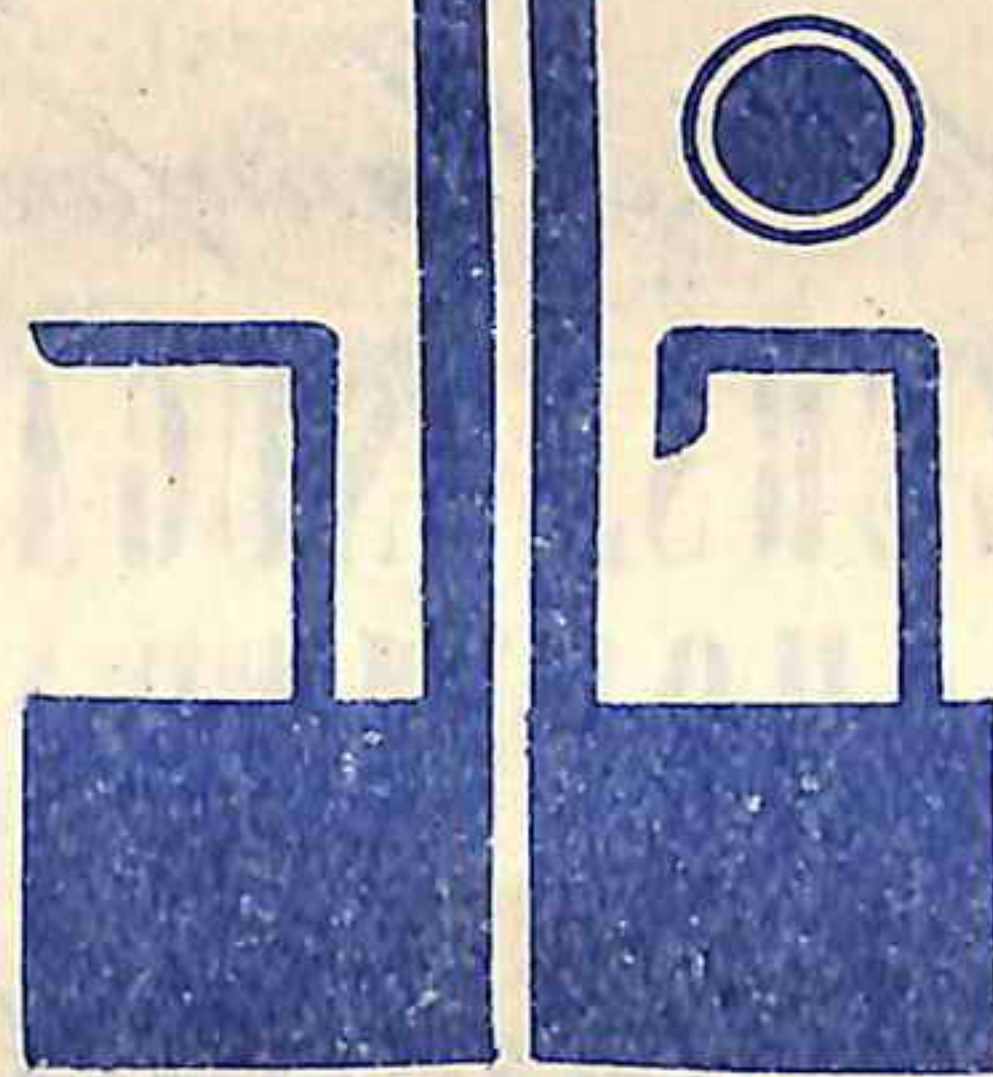
ایڈیٹر:
یوسف سہیل شوق

نومبر ۱۹۸۸ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نبوت ۱۳۶۷ ھش

نومبر ۱۹۸۸ء

جلد ۳۶ شمارہ ۱۱

قیمت: ماہانہ ۲ روپے پچاس پیسے، سالانہ ۲۵ روپے

ایڈیٹر
یوسف سہیل شوق ایم اے

اس شمارہ میں:

پبلشر: مبارک احمد خالد ؛ پرنٹر: قاضی منیر احمد ؛ مطبع: ضیاء الاسلام پریس ربوہ
مقام اشاعت: دفتر ماہنامہ خالد، دارالصدر جنوبی۔ ربوہ

اداریہ

نئے موسموں کی رُت کی خوشبو

حسّاس قوتِ شامّہ رکھنے کی ضرورت نہیں۔ اس کے بغیر بھی فضاؤں میں سے موسموں کی رُت کی خوشبو سُونگھی جاسکتی ہے۔ بھینی بھینی، جسم و جان کو معطّر کرنے والی، رُوحوں کو مولا کریم کے پیار کی ابدی لذتوں سے ہمکنار کرنے والی جاں فزا، دلگداز ہلکی ہلکی مہک چار سُو پھیلتی جارہی ہے۔

مولا کریم خالقِ کُل حبیب مجیب خدا کی محبّتوں کے نظارے نئے سے نیا رُخ اپنی سے نئی لذت دکھا رہے ہیں۔ بہت سے رنگین نظّارے اپنے رُخ سے نقاب سرکانے کو بے چین ہیں۔ احمدیوں کی دعاؤں میں ایک نیا زور، ایک انوکھی عاجزی، مولا کی محبّتوں پر ایک نیا مان پیدا ہو رہا ہے۔

سمندر پار سے محبوب کا نیا پیغام آیا ہے۔ "دُنیا بھر میں سب سے زیادہ طاقتور چیز احمدی کی دُعا ہے"۔ اِس لذت آفریں جملے نے آخرِ شب کی دُعاؤں کو ایک نیا ولولہ، ایک تازہ جوش عطا کیا ہے۔ اسیرانِ راہِ مولا کے لیئے دُعاؤں میں ایک نیا اضطراب اور نئی عاجزی پیدا کر دی ہے۔ مولا جی! پیارے خدایا! رحیم و کریم معبود! ہمارے سارے اسیران کو فتوحات کی صدی کے آغاز سے پہلے پہلے ہم سے ملا دے۔ تاکہ خوشیوں اور جشنِ اظہارِ تشکّر کے نعرہ ہائے مستانہ میں الیاس بھی ہمارے ساتھ ہو، نعیم الدین بھی پہلو میں کھڑا ہو، ناصر احمد قریشی اور رفیع احمد قریشی بھی مسکراہٹیں سجائے رنگین جھنڈیاں لگا رہے ہوں۔ ملک محمد دین، محمد حاذق، عبدالقدیر اور نثار صاحبان بھی باہنوں میں باہنیں ڈالے خوشی کے نغمے الاپ رہے ہوں۔

وہ مولا کریم جس نے کبھی اپنے پیاروں کو تنہا نہیں چھوڑا، جس نے کبھی اپنے محبوبوں سے بے وفائی نہیں کی۔ جس نے گیارہ سال کے انتظار کا آنِ واحد میں فیصلہ کر کے رکھ دیا اس کی جناب میں کیا کمی ہے۔ اس کی رحمت کے خزانے کہاں خالی ہوئے ہیں۔ وہ اب بھی ہماری جھولیاں بھر دے گا۔ ضرور ہمارے چہروں پہ نئی مسکراہٹ، نئی مسکان عطا کرے گا! انشاء اللہ۔ انشاء اللہ۔

زندگیاں بدلا کر رکھ دینے والے ارشادات

نماز کی عظمتیں برکتیں رفعتیں

حضرت بانیٔ سلسلہ کے سیدھے دل میں اُتر جانے والے پاکیزہ ارشادات

تہجد کی تاکید

اس زندگی کے کل انفاس اگر دنیاوی کاموں میں گزر گئے تو آخرت کے لئے کیا ذخیرہ کیا۔

تہجد میں خاص کر اُٹھو اور ذوق اور شوق سے ادا کرو۔ درمیانی نمازوں میں بہ باعث ملازمت کے ابتلاء آجاتا ہے۔ رازق اللہ تعالیٰ ہے۔ نماز اپنے وقت پر ادا کرنی چاہیئے۔ ظہر و عصر کبھی کبھی جمع ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ جانتا تھا کہ ضعیف لوگ ہونگے اس لئے یہ گنجائش رکھ دی مگر یہ گنجائش تین نمازوں کے جمع کرنے میں نہیں ہو سکتی۔

جبکہ ملازمت اور دوسرے کئی امور میں لوگ سزا پاتے ہیں (اور موردِ عتاب حکام ہوتے ہیں)، تو اگر اللہ تعالیٰ کے لئے تکلیف اُٹھاویں تو کیا خوب ہے۔

(ملفوظات جلد اوّل صہ ۶)

یہ اللہ تعالیٰ کا کمال فضل ہے کہ اس نے کامل اور مکمل عقائد کی راہ ہم کو...... بدوں مشقت و محنت کے دکھائی ہے۔ وہ راہ جو آپ لوگوں کو اِس زمانہ میں دکھائی گئی ہے بہت سے عالم ابھی تک اس سے محروم ہیں۔ پس خدا تعالیٰ کے اِس فضل اور نعمت کا شکر کرو۔ اور وہ شکر یہی ہے کہ سچے دل سے ان اعمالِ صالحہ کو بجالاؤ جو عقائدِ صحیحہ کے بعد دوسرے حصہ میں آتے ہیں اور اپنی عملی حالت سے مدد لے کر دعا مانگو کہ وہ ان عقائدِ صحیحہ پر ثابت قدم رکھے اور اعمالِ صالحہ کی توفیق بخشے۔ حصہ عبادات میں صوم صلوٰۃ و زکوٰۃ وغیرہ امور شامل ہیں۔ اب خیال کرو کہ مثلاً نماز ہی ہے یہ دنیا میں آئی ہے لیکن دنیا سے نہیں آئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ۔ نماز کے پانچ وقت دراصل روحانی حالتوں کی ایک عکسی تصویر ہے۔

پنجوقتہ نمازوں کے اوقات کی حکمت

اور یہ بھی یاد رکھو کہ یہ جو پانچ وقت نماز کے لئے مقرر ہیں یہ کوئی تحکم اور جبر کے طور پر نہیں بلکہ اگر

غور کرو تو یہ دراصل روحانی حالتوں کی ایک عکسی تصویر ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِدُلُوْکِ الشَّمْسِ یعنی نماز قائم کرو، نماز کو دلوک الشمس سے۔ اب دیکھو اللہ تعالیٰ نے یہاں قیامِ صلوٰۃ کو دلوکِ شمس سے لیا ہے۔ دلوک کے معنوں میں گو اختلاف ہے لیکن دوپہر کے ڈھلنے کے وقت کا نام دلوک ہے۔ اب دلوک سے لے کر پانچ نمازیں رکھ دیں۔ اس میں حکمت اور سِرّ کیا ہے۔

قانونِ قدرت دکھاتا ہے کہ روحانی تذلّل اور انکسار کے مراتب بھی دلوک ہی سے شروع ہوتے ہیں اور پانچ ہی حالتیں آتی ہیں۔ پس یہ طبعی نماز بھی اس وقت سے شروع ہوتی ہے جب حزن اور ہمّ و غم کے آثار شروع ہوتے ہیں۔ اُس وقت جبکہ انسان پر کوئی آفت یا مصیبت آتی ہے تو کس قدر تذلّل اور انکساری کرتا ہے۔ اب اس وقت اگر زلزلہ آوے تو تم سمجھ سکتے ہو کہ طبیعت میں کیسی رقّت اور انکساری پیدا ہو جاتی ہے۔ اسی طرح پر سوچو کہ اگر مثلاً کسی شخص پر نالش ہو تو سمن یا وارنٹ آنے پر اس کو معلوم ہوگا کہ فلاں دفعہ فوجداری یا دیوانی میں نالش ہوئی ہے۔ اب بعد مطالعہ وارنٹ اس کی حالت میں گویا نصف النہار کے بعد زوال شروع ہوا کیونکہ وارنٹ یا سمن تک تو اسے کچھ معلوم نہ تھا اب خیال پیدا ہوا کہ خدا جانے اِدھر وکیل ہو یا کیا ہو۔ اس قسم کے تردّدات اور تفکّرات سے جو زوال پیدا ہوتا ہے یہ وہی حالتِ دلوک ہے اور یہ پہلی حالت ہے جو نمازِ ظہر کے قائم مقام ہے اور اس کی عکسی حالت میں نمازِ ظہر ہے۔ اب دوسری حالت اس پر وہ آتی ہے جبکہ وہ کمرۂ عدالت میں کھڑا ہے۔ فریقِ مخالف اور عدالت کی طرف سے سوالاتِ جرح ہو رہے ہیں اور وہ ایک عجیب حالت ہوتی ہے۔ یہ وہ حالت اور وقت ہے جو نمازِ عصر کا نمونہ ہے کیونکہ عصر گھوٹنے اور نچوڑنے کو کہتے ہیں۔ جب حالت اَور بھی نازک ہو جاتی ہے اور فرد قراردادِ جُرم لگ جاتی ہے تو یاس اور ناامیدی بڑھتی ہے کیونکہ اب خیال ہوتا ہے کہ سزا مِل جاوے گی۔ یہ وہ وقت ہے جو مغرب کی نماز کا عکس ہے۔ پھر جب حکم سُنایا گیا اور کنسٹبل یا کورٹ انسپکٹر کے حوالہ کیا گیا تو وہ روحانی طور پر نمازِ عشاء کی عکسی تصویر ہے یہاں تک کہ نماز کی صبح صادق ظاہر ہوتی اور اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا کی حالت کا وقت آگیا تو روحانی نمازِ فجر کا وقت آگیا اور فجر کی نماز اس کی عکسی تصویر ہے۔

(ملفوظات جلد اول صـ ۱۴۹ تا ۱۵۱)

(مرتبہ مرزا خلیل احمد قمر)

اسلام آباد (لندن) میں پانچویں یورپین سالانہ اجتماع خدام الاحمدیہ کا انعقاد

الٰہی نشانات کا جو سلسلہ جاری ہو چکا ہے وہ اب رُکنے والا نہیں

مباہلے کے نتیجے میں دُنیا بھر سے بکثرت بیعتوں کے خطوط آنے شروع ہو گئے ہیں

دُعاؤں اور پاک تبدیلیوں کے ذریعے روحانی انقلاب برپا کرنے میں میری مدد کریں

یورپین اجتماع کے اختتامی اجلاس میں سیدنا حضرت امام جماعت احمدیہ کا ولولہ انگیز خطاب

مجلس خدام الاحمدیہ کا پانچواں سالانہ یورپین اجتماع اسلام آباد (لندن) میں ۷، ۸، ۹ راکتوبر کو منعقد ہوا۔ اس میں کل ۵۵۱ خدام نے شرکت کی۔ برطانیہ کے علاوہ جرمنی، فرانس، ہالینڈ اور ناروے وغیرہ سے خدام تشریف لائے۔

سیدنا حضرت مرزا طاہر احمد صاحب امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اس اجتماع کے تین ایام میں دو دن مجلس عرفان میں جلوہ افروز ہوئے اور خدام کے سوالات کے جواب دیئے۔ خدام کی حوصلہ افزائی کے لئے حضور انور ورزشی مقابلہ جات دیکھنے کے لئے بھی تشریف لے جاتے رہے۔ آخری اجلاس میں حضور نے تقسیم انعامات کے بعد جو خطاب فرمایا اس کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

حضور نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے فضل سے یورپین خدام الاحمدیہ کا اجتماع بخیر و خوبی اختتام کو پہنچ رہا ہے۔

جیسا کہ آپ نے سُنا کہ اس اجتماع میں ...... یورپ سے جس قدر مہمانوں کی توقع تھی وہ کسی وجہ سے تشریف نہیں لا سکے۔ اور ساتھ یہ بھی تسلیم کیا گیا ہے کہ برطانیہ سے بھی خدام کما حقہ، شریک نہیں ہو سکے۔

حضور نے فرمایا خدام و انصار کے اجتماعات میں شرکت کی کمی کا رجحان قابلِ تشویش ہے۔ ان میں شامل ہونے والوں کے اندر نئے ولولے، نئی امنگیں جاگتی ہیں اور جماعت پر اُن کا اعتقاد اور ایمان بہت بڑھ جاتا ہے۔ اور ان اجتماعات میں شامل ہونے والے بہت سے خاموش فیصلے کرتے ہیں۔ ہر اجتماع اور جلسہ سے جب مہمان واپس جاتے ہیں تو اُن کے خطوں سے اُن کے فیصلوں کا مجھے علم ہوتا ہے جو اُن کے دل خاموشی سے دورانِ اجتماع کرتے ہیں اور پھر یہ فیصلے اُن کی کایا پلٹ دیتے ہیں۔

حضور ایدہ اللہ نے ذکرِ الٰہی کی مجالس میں فرشتوں کے نزول والی حدیث کے حوالے سے بتایا کہ ہر اجتماع میں شرکت کرنے والے ان سے بہت سی برکتیں پاتے ہیں کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمّت کو اس تمثیل کے ذریعہ یہ خوشخبری دے رکھی ہے کہ ان مجالس میں بلا ارادہ بیٹھنے والے بھی خدا کی رحمتوں اور برکتوں سے حصہ پا جاتے ہیں۔ حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ یہ ہے تو تمثیل لیکن اس میں جو کچھ بیان فرمایا گیا ہے وہ بعینہٖ درست اور حق ہے۔ اور ہم نے بارہا دیکھا ہے کہ جماعت کے اجتماعات اور جلسوں میں شامل ہونے والے بھی برکات پا جاتے ہیں جو کسی اور غرض سے آتے ہیں۔ اس ضمن میں بعض واقعات کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ حضرت مصلح موعود کے زمانہ میں چار سی۔ آئی۔ ڈی انسپکٹر احمدی ہوئے حالانکہ وہ منفی مقاصد کیلئے اور رپورٹ کی تیاری کے لیے آئے ہوئے تھے مگر ان اجتماعات کی برکت سے احمدی ہوگئے اور مخلص احمدی رہے۔

حضور ایدہ اللہ نے اپنے امریکہ اور افریقہ کے دورہ کے دوران اپنے ساتھ پیش آنے والے بعض واقعات کا بھی ذکر فرمایا اور بتایا کہ پروٹوکول اور دیگر کاموں کے لیے حکومت کی طرف سے ہمارے ساتھ آدمی لگائے گئے تھے لیکن وقت کے ساتھ دورہ میں ہی ان کے اطوار میں فرق پڑنے لگ جاتا چنانچہ ایک ملک میں ایسے ہی دو افراد نے بیعت بھی کی۔

حضور نے فرمایا یہ واقعہ ایک دفعہ نہیں بارہا ہو چکا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ۱۴۰۰ سال پہلے تمثیلاً جو بات بتائی تھی بعض دنیا دار اور شک کی نظر سے دیکھنے والے سمجھتے ہوں گے کہ یہ محض کہانیاں ہیں، کہاں فرشتے اُترتے ہوں گے لیکن ہم نے ایک دفعہ نہیں بیسیوں دفعہ اس کا مشاہدہ کیا ہے یقیناً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ بات آج بھی پوری ہو رہی ہے اور کل بھی پوری ہوگی۔

حضور ایدہ اللہ نے ان اجتماعات میں شرکت کا رجحان پیدا کرنے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ آئندہ سے خدام و انصار کو بہت پہلے سے ہی ایسی مہم جاری کرنی چاہیئے کہ کثرت سے ایسی مجالس میں خدام و انصار اور اسی طرح لجنہ بھی جبکہ اُن کی مجلس ہو شامل ہوں۔ اگر ایسا ہوا تو اس کے نتیجہ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ خدا کے فضل سے بہت نمایاں تبدیلیاں پیدا ہوں گی۔

حضور انور نے ان اجتماعات پر غیر از جماعت افراد کو بھی لانے کی تلقین فرمائی اور بتایا کہ ربوہ میں ایسے ہی آنے والوں میں سے ہر سال کچھ نہ کچھ بیعتیں ہو جایا کرتی تھیں۔ چنانچہ اسی وجہ سے ہمارے مخالفین نے ربوہ میں ہونے والے کھیلوں کے اجتماعات کے خلاف اعتراض کیا اور حکومت سے دل آزاری کا بہانہ بنا کر انہیں بند کروا دیا گیا۔

حضور نے فرمایا ان کا اعتراض کھیلوں کی وجہ سے نہیں بلکہ ان کے اثرات کی وجہ سے تھا اور وہ جانتے تھے کہ احمدی خواہ کھیلوں کیلئے اکٹھے ہوں ان کے مذہبی اور روحانی مشاغل ساتھ ساتھ چلتے رہتے ہیں۔ اسی وجہ سے آج ہمارے اسیرانِ راہ مولیٰ جیلوں میں بکثرت احمدی بنا کر سُنّتِ یوسفی کو زندہ کر چکے ہیں۔ اس لیے ان میں شرکت کو ہلکا نہ سمجھیں اور یہ نہ سمجھا جائے کہ کچھ شامل ہو جائیں تو ٹھیک اور اگر شامل نہ ہوں تو کچھ فرق نہیں پڑتا بلکہ بکثرت شرکت سے ان کے بہت اچھے نتائج ظاہر

ہوں گے۔

مختلف مقابلوں کے معیار کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ موجودہ معیار کسی حد تک اچھا رہا ہے مگر ابھی بہت سا خلاء ہے۔ اپنے معیار کو بہت بلند کرنے اور ان خلاؤں کو بھرنے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ ایک احمدی بچے کو جسقدر معلوم ہونا چاہیئے ابھی اُتنا اُسے معلوم نہیں۔

حضور نے فرمایا وقتی میلانات تو بعض اوقات پلٹ جایا کرتے ہیں لیکن مستقل ضمانت تو منتظمین ہی کے ذریعہ دی جا سکتی ہے۔ اس لیئے آج کے بعد خدام الاحمدیہ کو اس طرف پوری توجہ کرنی چاہیئے اور بہت سے مستعد خدام کو علمی اور تربیتی کاموں کی طرف ڈالنا چاہیئے۔ کھیلوں کے معیار خدام کی توجہ کے محتاج نہیں کیونکہ جس مُلک میں ہم رہ رہے ہیں وہاں پہلے ہی سے اس کی طرف بہت توجہ ہے۔ مگر جہاں تک دینی معلومات کا اور حالت کا تعلق ہے وہ تمام تر ہماری تنظیموں پر عائد ہوتی ہے کھیلوں کے پہلو سے صرف بار بار خدام کو بتانے کی ضرورت ہے کہ آپ اپنی جسمانی صحت سے غافل نہ رہیں اور جہاں جہاں رہتے ہوں وہاں اپنے علاقہ یا اپنے سکول میں ہمت کے ساتھ یہ ارادہ کرکے ان میں حصہ لیں کہ آپ نے ایک احمدی کی حیثیت سے ان میں شامل ہونا ہے اور نام پیدا کرنا ہے تاکہ آپ کے نام کے ساتھ دین کا نام بھی روشن ہو۔ اس پہلو سے اگر حصہ لیں گے تو خدا تعالیٰ کی طرف سے بہت برکتیں آپ کو ملیں گی۔

حضور نے فرمایا مَیں کل بھی اور آج بھی کھیلوں کے مقابلے دیکھتا رہا ہوں۔ مَیں نے جائزہ لیا ہے کہ ہماری کھیلوں کا معیار دنیا کے معیاروں سے بہت پیچھے ہے۔ فرق بہت زیادہ ہے۔ اس کی توقع تو تھی ہی لیکن اس کے لیئے اگر خاص طور پر خدام کو مختلف کھیلوں کے عالمی ریکارڈ سے وقتاً فوقتاً مطلع کیا جایا کرے تو اس سے ہمارے نوجوانوں کی کھیلوں کا معیار بہت بلند ہو جائے گا۔ اگر معلومات مہیا کی جائیں تو دلچسپی بھی بڑھتی ہے اور فائدہ بھی ہوتا ہے اور اپنا معیار جانچنے کا موقع ملتا ہے اور اس طرح انسان آگے بڑھتا ہے۔

. . . .

آخر پر ایک اور مقابلے کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا کہ یہ مباہلے کا مقابلہ ہے جو جاری ہو چکا ہے۔ ہر احمدی کو اس میں تماش بین کی طرح نہیں بلکہ حصہ لینے والوں کی طرح شامل ہونا چاہیئے۔ آپ میں سے جتنے اس میں شامل ہوں گے اُتنے ہی زیادہ برکتیں اور نشانات ظاہر ہونگے۔

حضور نے فرمایا اس مباہلہ کے نتیجہ میں جبکہ خدا نے نصرت کے نشان دکھائے ہیں دنیا بھر سے بکثرت بیعتوں کے خطوط ملنے لگے ہیں۔ ان کا تعلق صرف پاکستان و ہندوستان سے نہیں بلکہ فجی، امریکہ، یورپ اور افریقہ سے بھی ہے۔ اور لکھنے والے لکھتے ہیں کہ یہ اعجازی نشان دیکھ کر ہم پوری شرح صدر کے ساتھ شامل ہو رہے ہیں۔

حضور نے فرمایا وہ لوگ جو براہِ راست تکلیف کے ذریعہ پھل پانے سے محروم رہتے ہیں اُن کے لیئے اس رنگ میں شامل ہونے کا ایک وقت میسر آگیا ہے۔ اس وقت میں وہ مباہلے کی تیاری کریں۔

حضور نے فرمایا نشانات کا سلسلہ جو جاری ہو چکا ہے وہ رُکنے والا نہیں۔ کیونکہ جب خدا کی طرف سے یہ سلسلہ جاری ہو تو اس کا کوئی منتہا بھی ہُوا کرتا ہے۔

مباہلوں اور روحانی مقابلوں کے نتیجہ میں فیصلہ خدا کی اُن دو انگلیوں کے درمیان ہُوا کرتا ہے جن کے درمیان

دل بے اختیار ہوا کرتے ہیں کہ جس طرف چاہے جب چاہے خدا کی تقدیر اُن کا رُخ پلٹ سکتی ہے۔ اس لئے آپ اپنی عبادت کے معیار کو بڑھائیں۔ گناہوں کو جھاڑنا، کمزوریوں کو دُور کرنا شروع کریں۔ محض لِلّٰہ بعض تبدیلیاں پیدا کریں اور دُعائیں کریں کہ اے خدا تو احمدیت کے دشمنوں کے دلوں میں تبدیلیاں پیدا کر اور ایسے اعجازی نشان دکھا جو بظاہر قہری ہوں لیکن فی الحقیقت اپنے اندر تیرے جلال کی تجلیات لیئے ہوں اور اُن کی کشش اور حُسن کے نتیجہ میں کثرت کے ساتھ دنیا کے دل احمدیت کی طرف مائل ہوں پس اس عالمی مقابلے میں مَیں آپ کو شامل ہونے کی دعوت دیتا ہوں کیونکہ دنیا کی اولمپکس تو ہر چار سال کے بعد آجایا کرتی ہیں مگر اس قسم کے روحانی مقابلے بعض دفعہ ہزاروں سال کے بعد نصیب ہوا کرتے ہیں۔ آپ خوش نصیب ہیں جو اس زمانے میں رہ رہے ہیں لیکن موسیٰؑ کی قوم کی طرح ان معنوں میں نہ بڑھیں کہ آپ یہ کہیں کہ جا تو اور تیرا خدا لڑتے پھرو ہم یہاں بیٹھ رہنے والے ہیں۔ بلکہ اُٹھیں اور اس سفر میں میرے ساتھ شریک رہیں۔ قدم قدم میں میرا ساتھ دیں اور دُعاؤں کے ذریعہ اور پاک تبدیلیوں کے ذریعہ وہ انقلاب برپا کرنے کے لیئے میری مدد کریں جس کے لیئے خدا نے مجھے نہیں بلکہ ہم سب کو مامور کیا ہے۔ خدا کرے کہ جلد تر وہ انقلاب دنیا میں رونما ہو۔ آمین ؎

"خالد" کو ترقی دینا اور اس کی اشاعت بڑھانا نیز اسکی مالی معاونت کرنا ہر خادم کا فرض ہے۔! (مینجر خالد)

حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کا واحد شعر

پنجاب کے سابق وزیر اعلیٰ اور معروف سیاستدان سردار عبدالحمید دستی صاحب حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کے قریبی دوستوں میں سے تھے۔ ایک دفعہ دستی صاحب کی کسی بات پر حضرت چوہدری صاحب ناراض ہو گئے۔ دستی صاحب کی سزا یہ طے پائی کہ وہ ہر روز حضرت چوہدری صاحب کی خدمت میں آیا کریں گے مگر حضرت چوہدری صاحب اُن سے کوئی کلام نہیں کریں گے۔ غالباً ہفتہ بھر کی سزا تھی۔ سزا کے آخری روز جناب عبدالحمید دستی صاحب نے کہا چوہدری صاحب! نہ آپ سگریٹ پیتے ہیں نہ پان کھاتے ہیں نہ کوئی اَور عادت آپ کو ہے۔ آپ کو کوئی عادت ہے بھی؟

حضرت چوہدری صاحب مسکرائے اور اتنا فرمایا مَیں اس کا جواب کل دوں گا۔ اگلے دن جب عبدالحمید دستی صاحب آئے تو چوہدری صاحب نے اپنا (غالباً واحد) شعر یوں جواباً سُنایا ؎

پوچھا حمید نے تمہیں عادت بھی ہے کوئی؟
مَیں نے کہا کہ مجھ کو تو عادت وفا کی ہے!!

اس ایک شعر کے سوا حضرت چوہدری صاحب کا کوئی اَور شعر معلوم نہیں!!

(یوسف سہیل شوق)

حضرت امام جماعت احمدیہ کے زندگی بخش خطبات

اعمالِ صالحہ کی کشتی ہی سیلابِ معاصی سے بچا سکتی ہے

خلاصہ خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۴؍اکتوبر ۱۹۸۸ء

حضور نے فرمایا بظاہر میں اس سیلاب کا ذکر کروں گا جس نے پاکستان اور بنگلہ دیش میں وہ تباہی پھیلائی ہے کہ دونوں جگہ کے موسمی ماہرین کی رائے کے مطابق گزشتہ سو سال یا بعض نے یہ بھی کہا کہ تین سو سال کی تاریخ میں ایسا خوفناک سیلاب پہلے کبھی نہیں آیا۔

حضور نے فرمایا مسلمان ممالک خصوصاً ہندوستان، پاکستان اور بنگلہ دیش میں ایک وبا بڑی تیزی سے بڑھ رہی ہے اور وہ ہے "نظریہ اور عمل کا تضاد" دونوں الگ الگ سمت میں رواں ہیں اور ان کے فاصلے بڑھ رہے ہیں۔ چنانچہ جتنی زیادہ اسلام کو زندہ کرنے کی کوشش کی جارہی ہے اتنا زیادہ مسلمانوں کا عمل تنزل پذیر ہے اور ہر جگہ جرم بڑھتا اور پھیلتا چلا جارہا ہے۔ اور واقعتاً ایک ایسے سیلاب کی شکل اختیار کر چکا ہے جس میں تمام کی تمام قوم غرق ہوتی دکھائی دے رہی ہے۔

جماعت احمدیہ جو اس سیلابِ معاصی میں ایک جزیرے کی حیثیت رکھتی ہے اس نے اپنے دفاع کیلئے اور اپنے آپ کو ان فتنوں سے بچانے کے لئے کیا کارروائی کی ہے۔

حضور نے فرمایا حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کو جس طوفانِ نوح کی خبر دی گئی تھی اس ضمن میں آپ بعض دنیاوی سیلابوں کا ہی ذکر کرتے ہیں لیکن جب ان سے بچاؤ کا ذکر کرتے ہیں تو دنیاوی ذرائع میں سے کسی کا کوئی ذکر نہیں ملتا۔ بلکہ تمام باتیں وہ ہیں جن کا دین اور اخلاق کی درستگی سے تعلق ہے۔ چنانچہ آپ نے اپنی جماعت کو ان آفتوں سے بچنے کے وہ طریق بتائے جو دراصل سیلاب کے پس منظر سے بچنے کے طریق ہیں۔

حضور نے فرمایا قرآن کریم نے حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے کا جو تمثیلاً ذکر فرمایا ہے اس میں دراصل ایک پیغام اور مقصد ہے اور مراد یہ ہے کہ ایسے وقت میں جبکہ خدا کا غضب بھڑکے کوئی دنیاوی اور جسمانی تعلق انسان

کو بچا نہیں سکتا۔ اس موقعہ پر اعمالِ صالحہ کی کشتی ہی انسان کو بچا سکتی ہے۔

ایسے وقت میں جماعت کا وہ حصّہ جو اپنی کمزوریوں پر اصرار کرتا ہے ان کے متعلق کوئی ضمانت نہیں دی جا سکتی۔ پس تم ہرگز ایسی جرأت نہ کرنا۔ ورنہ بعید نہیں کہ خدا کی ستاری کی چادر تم سے کھینچ لی جائے اور تمہیں بھی ان سزاؤں کا سزاوار قرار دیا جائے۔

حضور نے فرمایا میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ احمدی ہونے کا اقرار کر کے جماعت کی چار دیواری میں داخل ہو جانا ہرگز کافی نہیں۔ پس ضروری ہے کہ تم بھی اپنے نفوس کو ایک آنے والے مزکّی کے حضور تزکیہ و صفائی کی خاطر پیش کرو۔

حضور نے فرمایا ان بدیوں میں سب سے پہلے قابلِ توجہ بات نیّتوں کا فساد ہے۔ دنیا میں جتنی بدیاں پھیلتی ہیں وہ نیتوں کے فساد سے پھوٹتی ہیں جو مخفی طور پر دلوں میں جگہ پکڑتا ہے۔ اور بدقسمتی سے ہماری قوم میں ہر جگہ آغاز ہی سے بدنیّتی داخل ہو چکی ہے۔ اس پہلو کو مدنظر رکھتے ہوئے ایسے پروگراموں کی ضرورت ہے جس سے خاندانوں کو متنبّہ کرنے کی مشینری قائم ہو جائے اور ماں باپ کی تربیت کے سامان ہوتے رہیں۔ اس کے علاوہ خدام، انصار اور لجنات میں نیّت کے موضوع پر تقاریر ہونی اور مقابلے کروانے چاہئیں کہ نیّتوں کا فتور کس طرح قوموں کو ہلاک کرتا ہے۔

حضور نے فرمایا دوسرا پہلو کسی کی جان، مال اور عزّت سے کھیلنا ہے۔ یہ بدیاں بھی دن بدن ہمارے معاشرے میں پھیل رہی ہیں اور جماعت میں داخل ہو رہی ہیں۔ مال کی بدیوں کا ذکر کرتے ہوئے حضور نے فرمایا کہ تھوڑے مال کے ایک دم بہت بڑھ جانے کا لالچ دے کر پیسے ہتھیانے کا حربہ آجکل عام ہے ان لوگوں سے جماعت کو متنبہ رہنا چاہیئے۔ یہ لوگ بد دیانت ہیں ان کے دھوکہ میں نہ آئیں۔

حضور نے فرمایا جہاں بد دیانتی عام ہو وہاں قمار بازی کا رجحان عام ہوتا ہے اور پھر اس کے نتیجہ میں چوری، دھوکہ دہی اور دوسروں کے مال کی حرمت اُٹھ جاتی ہے اس لیئے نگرانی کی نظر کو سونے نہ دیں۔ اس لیئے جہاں جہاں نظامِ جماعت خبر گیری سے غافل ہو جاتا ہے وہاں یہ خرابیاں پنپنے لگتی ہیں۔

حضور نے فرمایا میں حفاظتِ قدرتِ ثانیہ کے خدائی نظام کے ذریعہ ان سے باخبر تو رہتا ہوں لیکن نظام کا جو حصّہ اس بات پر مامور تھا وہ غافل ہوتا ہے۔ بسا اوقات مجھے انفرادی خطوط کے ذریعے اطلاع ملتی ہے اور اس خیال سے مجھے اطلاع نہیں دی جاتی کہ مجھے اس سے تکلیف پہنچے گی۔ یہ تکلیف تو حفاظت کی خاطر ہے اگر ہماری جماعتوں میں بدی دیکھنے کے بعد تکلیف ہونا بند ہو جائے تو سمجھیں کہ یہ فالج زدہ جماعتیں ہیں۔ ان برائیوں کے مقابلے کے لیئے نیّتوں کا درست کرنا ضروری ہے۔ پھر اپنے نفاس شعور اور نگرانی کے نظام کی حفاظت ضروری ہے۔

خدا کے پاک لوگوں کو خدا سے نصرت آتی ہے
جب آتی ہے تو پھر عالم کو اک عالم دکھاتی ہے
(دُرِّ ثمین)

لین دین کے معاملات میں اہم اقدامات کا اعلان

خلاصہ خطبہ جمعہ ۲۱ر اکتوبر ۱۹۸۸ء

حضور نے فرمایا۔ گزشتہ جمعہ پر میں نے یہ مضمون شروع کیا تھا کہ جب بھی کوئی مسلمان سیلاب کی غیر معمولی تباہ کاریاں دیکھتا ہے تو اس کا ذہن طوفانِ نوحؑ کی طرف منتقل ہو جاتا ہے لیکن ایک احمدی کا ذہن صرف ہزاروں سال پہلے کے حضرت نوح علیہ السلام کے واقعہ کی طرف ہی منتقل نہیں ہوتا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس زمانہ کے سیلابوں کی تباہ کاریوں سے بچانے کے لئے حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کشتی عطا کی گئی ہے اور "کشتی نوح" کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ ان سیلابوں کی تباہ کاریوں سے اس زمانے کے تعلق میں ذکر ہے وہ درحقیقت گناہوں کے سیلاب اور معاصی کے طوفان ہیں۔ ان کے نتیجے میں قومیں غرق ہو جاتی ہیں۔

حضور نے فرمایا۔ جس طرح طوفانِ نوحؑ نے ہر چیز کو غرق کر دیا مگر اس کشتی کو غرق نہ کر سکا اسی طرح بدیوں کا سیلاب خواہ کتنا بلند سے بلند تر ہوتا چلا جائے حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی کشتی میں بیٹھ کر اگر آپ اپنے اخلاق کی حفاظت کریں گے تو معاصی کا سیلاب آپکو سربلندی اور عظمتیں عطا کرے گا۔ کیونکہ جتنا معاصی کا سیلاب بلند ہوگا اتنی ہی آپ کی اخلاقی عظمت نمایاں ہو کر دُور دُور سے دُنیا کو دکھائی جانے لگے گی لیکن اگر آپ نے اس کو کھیل سمجھا اور یہ سمجھ لیا کہ جو شخص بھی ظاہری کشتی میں آ چکا ہے وہ لازماً بچایا جائے گا تو یہ درست نہیں۔ اس لئے بڑی باریک نظر سے اپنی کمزوریوں پر نگاہ رکھیں اور ان گندے بیجوں کو اپنے سینوں سے اُکھاڑ پھینکیں۔

حضور نے فرمایا۔ چونکہ یہ سو سالہ عرصہ اتنا لمبا ہے کہ قوموں کے عروج کے بعد ان کے زوال کے آثار بھی لازماً اس میں شروع ہو جایا کرتے ہیں اس لئے حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے ہر صدی کے سر پر تجدید اور احیاءِ دین کرنے والے لوگوں کو مبعوث کرنے کی خوشخبری عطا فرمائی اور یہ ایک ایسا نظام ہے جس کا جاری ہونا روحانی زندگی کے عمل کے لئے لازمی تھا۔ اس وجہ سے میرا یہ ایمان ہے کہ جب تک قدرتِ ثانیہ کا نظام جاری ہے جو امامِ جماعت بھی دو صدیوں کے سنگم پر موجود ہوگا اللہ تعالیٰ اُسی سے تجدیدِ دین کی خدمت لے گا۔ مجدد کہنا ضروری نہیں نہ ہی اس سے امامِ جماعت کی شان بڑھتی ہے۔ تاہم زمانے کے اثرات کے نتیجہ میں بعض اوقات یہ خدمت ایک خاص رنگ اختیار کر جاتی ہے اور

کمزوریوں کے ازالہ کے لیئے بعض اہم اقدام کرنے پڑتے ہیں اس لیئے مَیں نے یہ دوبارہ نصیحتوں کا سلسلہ شروع کر دیا ہے۔

حضور نے فرمایا اللہ کے فضل سے بنیادی طور پر احمدیوں کی اتنی اصلاح ہو چکی ہے کہ وہ نئی بدیوں کو ایجاد کرنے والے تو نہیں مگر جو بدیاں دنیا ایجاد کرتی ہے اور وہ معاشرے میں پھیلتی ہیں اُن کے متعلق یہ کہنا کہ احمدی اُن سے متاثر نہیں ہوں گے بالکل غلط بات ہے۔ پس جماعت میں بدیاں صاف کر دینا کافی نہیں بلکہ یہ شعور پیدا کرنا ضروری ہے کہ آپ کو ہمہ وقت بدیوں کے خلاف جہاد کا عَلم بلند رکھنا اور اپنی زندگی کی حفاظت کے تمام اقدام کرنے پڑیں گے۔

حضور نے ان برائیوں میں سے آج کے خطبہ میں مالی بے راہ روی کا نہایت تفصیل سے ذکر فرمایا۔ اس سلسلہ میں حضور نے تین اقدامات کا ذکر فرمایا۔

اوّل: نظامِ جماعت لین دین میں دھوکہ دینے والوں پر نگاہ رکھے۔ ان کی نصیحت کا اہتمام کرے اور ہر قسم کے اخلاقی دباؤ کے ذریعے انہیں سمجھایا جائے۔ اگر آپ ایسا نہیں کریں گے تو آپ نظامِ جماعت سے، انسانی قدروں سے اور ذمہ داریوں سے بددیانتی کرنے والے ہوں گے جو جماعت احمدیہ پر ڈالی گئی ہیں۔

دوسرا قدم یہ ہے کہ اگر کوئی نصیحتوں کے باوجود باز نہیں آتا تو پھر نظامِ جماعت مجھ سے پوچھ کر تمام جماعت کو اس کے بارہ میں مطلع کر دے کہ یہ صاحب اگر آپ سے قرض مانگتے ہیں یا قرض لینے میں مدد مانگتے ہیں تو اگر آپ نے ایسا کیا تو آپ خود ذمہ دار ہوں گے نظامِ جماعت ذمہ دار نہیں ہوگا۔

اس کے بعد تیسرا قدم یہ ہے کہ اِن باتوں کے باوجود اگر کوئی شخص نہیں سمجھتا اور ایسے اقدامات کرتا ہے کہ خود بھی برباد ہو اور خاندان بھی، اور جماعت پر الزام لگنے شروع ہوں تو پھر وہ آپریشن کا مقام ہے۔ اس وقت جماعت کے نظام کو اس بات سے نہیں جھجکنا چاہیئے کہ ایسے لوگوں کے متعلق وہ یہ سفارش کرے کہ ایسے لوگوں کے متعلق یہ اعلان ہونا ضروری ہو گیا ہے کہ ان کا جماعت احمدیہ سے کوئی تعلق نہیں۔

حضور نے فرمایا اِس وقت مَیں یہی بیان کر سکا ہوں اور باقی جو چند ایک معاشرتی خرابیاں میرے ذہن میں ہیں وہ مَیں آئندہ خطبہ میں بیان کروں گا۔

نمایاں کامیابی

مکرم عمر شہاب خان ابن مکرم محمد اسلم خان صاحب رکن مجلس ڈرگ روڈ کراچی نے این ای ڈی یونیورسٹی آف انجنیئرنگ اینڈ ٹکنالوجی کراچی کے بی۔ ای الیکٹرونکس کے امتحان (۱۹۸۸ء) میں ۹۰٪ نمبر حاصل کر کے فرسٹ کلاس تھرڈ پوزیشن حاصل کی ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ کامیابی انہیں مبارک کرے اور ان کے لیے مزید کامیابیوں کا پیش خیمہ بنائے۔ آمین

لذّتوں کا رُخ اور ذوق بدلانے کی منظّم کوششیں کریں!

خلاصہ خطبہ جمعہ ۲۸ اکتوبر ۱۹۸۸ء

حضور نے فرمایا:-

گزشتہ دو خطبوں سے مَیں نے معاشرتی بُرائیوں کے متعلق مضامین کا سلسلہ شروع کیا ہے۔ یہ بُرائیاں آج مشرق و مغرب میں یکساں پھیل رہی ہیں گو ان کی نوعیتیں حالات کے مطابق بدل جاتی ہیں۔

حضور نے فرمایا۔ مَیں نے پہلے بھی جماعت کو نصیحت کی تھی کہ بُرائیوں کے خلاف جہاد صرف اندرونی طور پر ہی نہیں ہونا چاہیئے بلکہ ماحول کی بُرائیاں دُور کرنے کی کوشش بھی ضروری ہے۔ کیونکہ جب تک ہم اِس نظر سے معاشرے کی بُرائیوں کو نہ دیکھیں کہ یہ بدیاں دُور کرنا ہمارا کام ہے اور اِسی مقصد کے لیئے ہم پیدا کیئے گئے ہیں تو اُس وقت تک ہم اِن سے محفوظ نہیں رہ سکتے۔

حضور نے نہایت تفصیل سے آوارگی کی مختلف حالتیں، عوامل اور ان کے خلاف انسدادی تدابیر کا ذکر فرمایا۔

حضور نے گانے بجانے کے بارے میں فرمایا اِس بارہ میں ایک طریق یہ ہے کہ مثلاً بجائے اس کے کہ آپ سختی اور تشدّد سے فلمی گانوں کے رجحان کو بند کریں آپ اچھے شعراء کا کلام بغیر کسی میوزک کے اچھی آواز والوں سے پڑھوا کر کیسٹیں لوگوں کو مہیّا کریں اور اِس طرح کیسٹیں بیچنے والوں کی روزی کا بھی خیال کریں اور لوگوں کی تسکین کے لیئے کوئی اچھی چیز بھی پیش کریں۔ جو اِس بُرے ذوق سے لوگوں کو روک سکیں۔ تخریب کو تخریب کے ذریعہ نہیں بلکہ تعمیری پروگراموں کے ذریعہ ختم کیا جا سکتا ہے۔ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے کلام کو اچھی آوازوں میں بھروا کر عام مہیّا کیا جائے۔ اسی طرح اچھی ادبی مجالس قائم کر کے ان نوجوانوں کو وہاں بلایا جائے اور ان کے اندر وہاں علم و ادب کی مجالس کا ذوق پیدا کیا جائے اور پھر رفتہ رفتہ ان کو دین کی طرف متوجہ کیا جائے۔ اس کے علاوہ سائنسی علوم پر مشتمل دلچسپ وڈیو کیسٹیں یورپ میں عام ہیں انہیں وہاں رواج دیا جائے۔

حضور انور نے نظامِ جماعت کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ ربوہ یا پاکستان کے دوسرے احمدیوں کو کیوں اِن باتوں کی طرف متوجہ نہیں کرتے۔ ایسی چیزیں انہیں مہیا کرنا آپ کا کام ہے۔ عقل سے کام لینا چاہیئے۔

لذّت پانے کی خواہش کو کچل کر آپ کس طرح بدیوں کو دُور کر سکتے ہیں یہ تو خدا سے ٹکر لینے کے مترادف ہے۔ فطرتی تمنّاؤں کو کوئی کچل نہیں سکتا ہاں اُن کا رُخ اور ذوق بدلا جا سکتا ہے۔ دل گداختہ پیدا کیئے بغیر آپ معاشرے کی اصلاح نہیں کر سکتے۔ اور ایسا دل اپنوں اور غیروں

میں کبھی فرق نہیں کر سکتا۔ اس لئے غیروں کا دکھ بھی محسوس کریں اور اپنے زیرِ اصلاح نوجوانوں کو سوسائٹی کے دوسرے دکھے ہوئے حصوں کا بھی نظارہ کروائیں ان کی خدمت کا جذبہ ان میں پیدا کریں۔ یہ بھی ایک اعلیٰ درجہ کی لذت ہے۔ پس حکمت کے ساتھ آگے قدم بڑھائیں یہ لوگ احمدیت کا مستقبل ہیں ان کو نفرت کی نگاہ سے دیکھ کر ضائع نہ کریں۔ ان کو پیار کی نظر سے دیکھیں اور اپنے ساتھ لگانے کی کوشش کریں۔

حضور نے فرمایا ہم واقعۃً نیکی کو پنپتا، بڑھتا اور نشوونما پاتا ہوا دیکھنا چاہتے ہیں۔ ہماری نیتیں صاف ہیں اس لئے دعا، حکمت اور صبر کے ذریعہ اگر ہم آگے بڑھیں تو خدا کے فضل کے ساتھ ضرور ہمیں اس کی توفیق ملے گی۔ ہماری کوششیں شجرۂ طیبہ ہیں۔ یہ شجرہ ہمیشہ آسمانی پانی کا محتاج ہوتا ہے جو کہ دعا کے ذریعہ ہی میسر آیا کرتا ہے۔ اس لئے دعا پر زور دیں۔ اللہ ہمیں توفیق دے کہ ہم اس عظیم جدوجہد کا حق ادا کر سکیں۔ آمین ٭

اسیرانِ راہِ مولیٰ کیلئے دعا کی تحریک از صفحہ ۱۵

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم دعاؤں اور قربانیوں کے ذریعہ خدا کی رحمت کو اس طرح موڑ لیں کہ وہ ہر طرف ہر احمدی مظلوم پر برسنے لگے اور ہم اگلی صدی میں جشن کے موڈ (MOOD) کے ساتھ داخل ہوں۔ یہ نہ ہو کہ جسم کے کچھ حصے دکھ رہے ہوں اور ہم خوشیاں منا رہے ہوں ٭

غزل

دھڑکتے دلوں کی صدا بن گیا
ستارہ سحر کی دعا بن گیا

تری یاد کا سلسلہ بن گیا
جدھر تھا سفر قافلہ بن گیا

لرزتے ترستے رہے بادباں
سمندر کا پانی ہوا بن گیا

گھنے بادلوں میں تڑپ پا سکوں
مرے اس بدن پہ نشہ بن گیا

پرندہ مرے دل کا مغرور تھا
جو آخر قفس آشنا بن گیا

(سیّد محمود احمد فہیم)

پُرزور دعائیں کریں کہ اگلی صدی سے پہلے تمام اسیرانِ راہِ مولیٰ آزاد ہو جائیں

ان اسیران کی مظلومیت کا احساس بیدار کرنے کیلئے دوبارہ نئے جوش و جذبے سے مستعد ہو جائیں

اللہ ہمیں توفیق دے کہ دعاؤں اور قربانیوں سے خدا کی رحمت کو اس طرح موڑلیں کہ وہ ہر مظلوم احمدی پر برسنے لگے

۴ نومبر ۱۹۸۸ء کو بیت الفضل لندن میں فرمودہ خطبہ جمعہ میں حضرت امام جماعت احمدیہ کی ایک تحریک

لنڈن۔ سیدنا حضرت مرزا طاہر احمد صاحب امام جماعت احمدیہ نے ۴ نومبر ۱۹۸۸ء کو بیت الفضل لنڈن میں خطبہ جمعہ ارشاد فرماتے ہوئے تمام احباب جماعت پر زور دیا کہ پوری عاجزی و زاری سے خدا تعالیٰ کے حضور یہ دعا مانگیں کہ جماعت احمدیہ کی اگلی صدی شروع ہونے سے پہلے پہلے تمام اسیرانِ راہ مولیٰ آزاد ہو جائیں۔

خطبہ جمعہ میں حضور نے تحریکِ جدید کے سالِ نو کا اعلان کرنے کے بعد آخر پر اسیرانِ راہِ مولیٰ کے لیئے دعا کی تحریک کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ جمعہ میں نے اسیرانِ راہِ مولیٰ کی یادوں میں محو ہو کر ان کے لیئے دعائیں کرنے کے دن کے طور پر تجویز کیا تھا۔ ویسے تو کوئی دن اُن کے لیئے دعاؤں سے خالی نہیں گزرنا چاہیئے لیکن جب ایک دن منایا جائے تو پھر ساری دنیا کی جماعتوں کی دعائیں اس دن ایک مقصود پر مرکوز ہو جاتی ہیں اور پھر اللہ کی رحمت بھی اس کے نتیجہ میں ایک غیر معمولی جلوے دکھاتی ہے۔

حضور نے فرمایا ساری دنیا میں ان کی مظلومیت کا احساس بیدار کرنے کے لیئے مستعد ہو جائیں اور جن کوششوں پر شروع سے اب تک مختلف وقتوں میں آپ عمل کرتے رہے ہیں انہیں دوبارہ نئے جذبے اور جوش کے ساتھ دوہرائیں اور از سرِ نو ان کو اُٹھائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ان کے متعلق قربانی کی جو ذمہ داریاں ہم پر عائد ہوتی ہیں وہ ادا کرنے والے ہوں اور اس پہلو سے خدا کی نظر میں بے حس اور مجرم نہ ٹھہریں۔ کیونکہ جو آسانی میں زندگی بسر کرنے والے لوگ ہیں اگر وہ اپنے مشکل میں بسنے والے ساتھیوں کی فکر نہیں کرتے تو میں سمجھتا ہوں کہ وہ خدا کے حضور مجرم ٹھہرتے ہیں۔ اس لیئے ہمیں بڑے ہی خلوص، محبت اور خدا سے توفیق مانگتے ہوئے ذمہ داری کو ادا کرنا چاہیئے اور آج کے بعد ان دعاؤں پر خاص زور دیں کہ اگلی صدی کا دن نہ چڑھے کہ یہ اس سے پہلے آزاد ہوں اور ہمارے ساتھ نئی صدی کے جشن میں ہر طرح شامل ہوں۔

(باقی صفحہ ۱۴ پر)

حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی سادگی، عاجزی، نرمی اور عفو

(قسط ۲)

حضرت مولوی عبدالکریم صاحب بتاتے ہیں کہ حضرت کا مکان اندر اور باہر اور نیچے اور اوپر مہمانوں سے کشتی کی طرح بھرا ہوا ہے اور حضرت کو بھی بقدر حصہ رسدی بلکہ تھوڑا سا ایک حصہ رہنے کو ملا ہوا ہے اور آپ اس میں یوں رہتے ہیں جیسے سرائے میں کوئی گزارہ کرتا ہے اور اس کے جی میں کبھی نہیں گزرتا کہ یہ میری کوٹھڑی ہے۔

حضور جس طرح زندگی کے دیگر معمولات میں سادگی اور عاجزی کے ساتھ گزر بسر فرماتے تھے۔ یہی حال لباس کا بھی تھا۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب نے اپنی کتاب "سیرۃ مسیح موعود" میں لکھا ہے کہ حضور کے لباس کا یہ حال ہے کہ آپ کے پاس پشمینہ کی ایک بڑی قیمتی چادر تھی جس کی سنبھال اور دیکھ بھال میں عام دنیا دار آدمی کتنی کتنی مشکلات اُٹھاتا ہے اور وقت کا بڑا حصہ بڑی بے رحمی سے گویا اس کی پرستش میں صرف کر دیتا ہے اور حضرت اسے اس طرح خوار کر رہے ہیں کہ گویا ایک فضول کپڑا ہے۔

حضرت کو لباس سے حد درجہ بے رغبتی تھی۔ احباب جو کپڑے محبت کے ساتھ حضور کی خدمت میں پیش کرتے تھے وہ کپڑے حضور اپنے خدام کی دلداری کے لیے زیب تن تو فرما لیا کرتے تھے مگر فرمایا کرتے تھے کہ ہم تو اپنے ہاں کے کاتے اور بنائے ہوئے کپڑے پہنا کرتے تھے اب خدا تعالیٰ کی مرضی سے یہ کپڑے لوگ لے آتے ہیں۔ ہمیں تو اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ ان میں اور اُن میں کوئی تفاوت نظر نہیں آتا۔

حضور کے لباس کے بارے میں حضور کے ایک رفیق حضرت بھائی عبدالرحیم صاحب کی روایت ہے کہ حضرت اقدس عموماً لباس میں صفائی کے ساتھ ساتھ سادگی کو پسند کرتے تھے۔ مزاج میں تکلف نہ تھا اگر رومال ملنے میں دیر ہوتی تو پگڑی کے شملہ سے ہی منہ پونچھ لیا کرتے۔ پگڑی کے اندر ٹوپی ہمیشہ رکھا کرتے تھے۔ پگڑی اکثر سفید ہوتی تھی۔ کپڑوں کے متعلق کوئی خاص طرز نہ تھی۔ میں نے اپنی بیوی سے سنا ہے کہ حضرت اماں جان جیسے بھی کپڑے نکال کر دے دیتی تھیں وہی پہن لیا کرتے تھے۔

کیسی معصومیت ہے، کیسی پر لطف سادگی ہے۔

وہ جس نے اپنے زبردست علم کلام سے ہندوستان سے لے کر ولایت اور امریکہ تک پادریوں کو شکست دی، بڑے بڑے فلسفیوں اور سکالروں کے منہ بند کر دیئے دنیا بھر کو ہزاروں لاکھوں روپے کے چیلنج دیئے کہ میرے مقابلے پر آؤ! وہ ذاتی زندگی میں ایسا سادہ اور لباس سے بے پرواہ تھا۔

حضور ذی حیثیت آدمی تھے۔ معمولی وجاہت والا شخص بھی روزانہ نئے کپڑے تبدیل کرنا اپنے مقام

و مرتبہ کو قائم رکھنے کا ذریعہ خیال کرتا ہے لیکن حضور کا اس ضمن میں کیا خیال تھا؟ ایک دفعہ شیخ رحمت اللہ صاحب نے کسی کے اخراجات کا ذکر کرتے ہوئے حضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ انہیں چاہیئے روزانہ ایک دھویا ہوا کرتہ پاجامہ بدل لیا کریں۔ حضرت صاحب نے اس پر فرمایا " ہم تو ہفتہ میں ایک بار کپڑے بدلتے ہیں۔" درحقیقت سردی کے موسم میں گہرے رنگ کے میل خورے کپڑے ہفتہ بھر آسانی سے چل جاتے ہیں اور اگر لباس سے بے رغبتی بھی ہو تو انہیں بدلنے کا خیال بھی نہیں آتا۔

دل کے حلیم اور سلیم اور غریب بن جاؤ

حضور کا ارشاد مبارک ہے:-

" اے میرے دوستو! جو میرے سلسلہ بیعت میں داخل ہو۔ خدا ہمیں اور تمہیں ان باتوں کی توفیق دے جن سے وہ راضی ہو جائے۔ آج تم تھوڑے ہو اور تحقیر کی نظر سے دیکھے گئے ہو۔ اور ایک ابتلاء کا وقت تم پر ہے اسی سنت اللہ کے موافق جو قدیم سے جاری ہے۔ ہر ایک طرف سے کوشش ہوگی کہ تم ٹھوکر کھاؤ اور تم ہر طرح سے ستائے جاؤ گے اور طرح طرح کی باتیں تمہیں سننی پڑیں گی اور ہر یک جو تمہیں زبان یا ہاتھ سے دکھ دیگا خیال کریگا کہ اسلام کی حمایت کر رہا ہے۔ اور کچھ آسمانی ابتلاء بھی تم پر آئیں گے تا تم ہر طرح سے آزمائے جاؤ۔ سو تم اس وقت سن رکھو کہ تمہارے فتح مند یا غالب ہو جانے کی یہ راہ نہیں کہ تم اپنی خشک منطق سے کام لو یا تمسخر کے مقابل پر تمسخر کی باتیں کرو یا گالی کے مقابل پر گالی دو۔ کیونکہ اگر تم نے یہی راہیں اختیار کیں تو تمہارے دل سخت ہو جائیں گے۔۔۔۔

پرہیزگاری کی باریک راہوں کی رعایت رکھو۔ سب سے اوّل اپنے دلوں میں انکسار اور صفائی اور اخلاص پیدا کرو اور سچ مچ دلوں کے حلیم اور سلیم اور غریب بن جاؤ کہ ہر یک خیر اور شر کا بیج پہلے دل میں ہی پیدا ہوتا ہے۔۔۔۔۔۔

اگر نجات چاہتے ہو تو دین العجائز اختیار کرو اور مسکینی سے قرآن کریم کا جُوا اپنی گردنوں پر اُٹھاؤ کہ شریر ہلاک ہوگا اور سرکش جہنم میں گرایا جائے گا۔ پر جو غریبی سے گردن جھکاتا ہے وہ موت سے بچ جائے گا۔۔۔۔۔

ایک بچے کی طرح بن کر (خدا) کے حکموں کے نیچے چلو۔۔۔۔۔۔

ایسا دل پیدا کرو جو غریب اور مسکین ہو اور بغیر چون و چرا کے حکموں کو ماننے والے ہو جاؤ جیسا کہ بچہ اپنی والدہ کی باتوں کو مانتا ہے۔"

(ازالہ اوہام ص۴۴۶-۴۵۰)

پھٹا ہوا چوغہ

حضرت میاں امام الدین صاحب سیکھوانی کی روایت مباحثہ آتھم کے ایام کے بارے میں

ہے کہ ایک دن حضور مباحثہ سے فارغ ہو کر شہر میں آئے اور ہال بازار میں آپ جا رہے تھے اور تمام جماعت پیچھے پیچھے جا رہی تھی۔ اس وقت حضرت صاحب نے سفید کپڑے کا چوغہ پہنا ہوا تھا۔ وہ چوغہ نیچے سے کچھ پھٹا ہوا تھا۔ میاں چھوٹا لاہوری بھی پیچھے پیچھے جا رہا تھا۔ وہ اس پھٹی ہوئی جگہ کو ہر ایک کو دکھاتا تھا کہ آپ کو کوئی خبر نہیں ہے کہ میرا چوغہ پھٹا ہوا ہے۔ اُس کی اس سے غرض یہ تھی کہ اگر کوئی دنیا دار ہوتا تو ایسے کپڑے پہننا اپنی ہتک سمجھتا۔

یہ حقیقت ہے کہ حضور کو کپڑوں سے انتہا درجہ کی بے رغبتی تھی۔

شیخ یوسف علی کے ساتھ حضور کے واقعات

اخلاقِ کریمانہ کی پلکوں کو بھگو دینے والی داستان

حضور کے مریدوں میں سے ایک نہایت اہم بزرگ حضرت صاحبزادہ پیر سراج الحق صاحب نعمانی تھے مرحوم ہندوستان کے نامی گرامی پیروں میں سے تھے۔ اُن کے ارادتمندوں کی تعداد لاکھوں تک پہنچتی تھی۔ کئی پشتوں سے اُن کا خاندان نسل در نسل پیری مریدی کرتا تھا۔ اُن کو حضرت بانی سلسلۂ احمدیہ کو قبول کرنے کی سعادت نصیب ہوئی اور قبولیت کے بعد اخلاص و محبت میں غیر معمولی ترقی بھی حاصل ہوئی۔ حضرت صاحبزادہ صاحب نے حضرت اقدس کی حیاتِ طیبہ کے بارے میں ایک کتاب تذکرۃ المہدی کے نام سے تصنیف کی ہے حضرت صاحبزادہ صاحب کا غیر معمولی اندازِ بیان بھی اُن کی ایک خاص خوبی تھی۔

صاحبزادہ صاحب کے ایک دوست حضرت شیخ یوسف علی صاحب نے حضرت صاحبزادہ صاحب کی تحریک پر بیعت کی۔ اُن کے ساتھ حضرت اقدس کا مختصر سا تعلق حضور کی سیرت کا ایک یادگار اور زرّیں باب ہے جس سے حضور کے اخلاقِ کریمانہ کے مختلف پہلوؤں سادگی، نرمی، مہمان نوازی، شفقتِ احباب وغیرہ پر نہایت ہی لطیف روشنی پڑتی ہے۔ تذکرۃ المہدی کا متعلقہ حصہ حضرت صاحبزادہ صاحب ہی کے الفاظ میں پیش ہے۔

حضرت شیخ یوسف علی صاحب ایک بار سخت بیمار ہوئے۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے حضرت صاحبزادہ پیر سراج الحق صاحب نعمانی رقم طراز ہیں:

"..... مرحوم (یعنی حضرت شیخ یوسف علی صاحب) کا خط میرے پاس آیا کہ مَیں سخت بیمار ہوں اور میری زندگی کی کوئی صورت نہیں۔ یہاں کے طبیبوں سے علاج کرالیا کچھ فائدہ نہیں ہوا۔ میرا ارادہ ہے کہ میں دارالامان حاضر ہوں اور حضرت مولانا نورالدین سے علاج کراؤں اور حضرت (بانیٔ سلسلہ احمدیہ) سے دعا۔ اس خط کے دو تین روز کے بعد اچانک آدھی رات کو مرحوم معہ فیض اللہ صاحب خالدی ہمشیرہ زادہ اور حاجی حکیم اللہ جنیدی اور خسرہ پورہ اودھ سپاہی سرکاری ریاست سنگرور کے ڈولی میں سوار آ گئے اس وقت مَیں نے اُن کو مہمان خانہ میں ٹھہرا دیا اور صبح کو حضرت اقدس کی خدمت میں خاکسار نے عرض کیا کہ شیخ یوسف علی نعمانی سخت بیمار ہو کر آئے ہیں چل پھر نہیں سکتے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ رحم کرے۔ کہاں ٹھیرایا؟ مَیں نے عرض

رکھیا فی الحال مہمان خانہ میں برلب تالاب ٹھیرا دیا ہے۔ فرمایا ٹھہرو ہم بھی اُن سے ملنے کے لیئے چلتے ہیں۔ وہ بیمار ہیں عیادت بھی ہو جائے گی۔ پھر حضور معہ چند احباب جو اُس وقت حاضر تھے مہمان خانہ میں مرحوم کے پاس تشریف لے گئے اور ان کو دیکھا اور مرض کا حال دریافت فرما کر خاکسار کی طرف مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا کہ ہمارے پاس کے مکان میں لے جاؤ تا کہ ہم ان کو ہر روز دیکھتے رہیں یہ جگہ دُور ہے۔ اور فرمایا کہ کھانے کے واسطے اطلاع دیتے رہو۔ جیسا کھانا چاہیں وہ تیار ہو جایا کرے اور کسی چیز کی تکلیف نہ ہو۔"

قارئین کرام! حضرت صاحبزادہ صاحب کے اس بیان پر ذرا رُک کر غور تو کیجئے ایک عام مریض کے لیئے حضور کس قدر شفقت فرما رہے ہیں۔ یہ مریض جماعت کے کوئی چوٹی کے آدمی نہ تھے۔ اخلاص اور خدمات میں انہوں نے ابھی کوئی غیر معمولی صفت کا اظہار نہیں کیا تھا۔ اُن کو بیعت کیئے بھی ابھی چند ماہ ہوئے تھے۔ یہ حضور کے اخلاق کا وہ ادنیٰ سا نمونہ ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ شفقت، رحمت اور محبت کا ایک دریا تھا جو جوش میں آیا ہوا تھا اور ہر چھوٹے بڑے ہر کس و ناکس کیلئے یکساں فیض رساں تھا۔ حضرت صاحبزادہ پیر سراج الحق صاحب آگے لکھتے ہیں :-

"مرحوم نے عرض کیا غریب نواز مَیں حضور کے قدموں میں اس واسطے حاضر ہوا ہوں کہ یہاں دعا اور دوا دونوں ہیں اور یہ ارادہ کر کے آیا ہوں کہ اگر شفاء ہو تو حضور کے روبرو ہو اور جو موت مقدر ہو تو حضور کے قدموں میں ہو۔

جمالِ یار گر پیشِ نظر ہو
کسی کا کس طرح واں پر گزر ہو
مزہ آجائے مرنے میں بھی ہم کو
قدم ہوں یار کے اور اپنا سر ہو

پس مرحوم کو حسب الارشاد قریب کے مکان میں ٹھہرایا گیا۔ اُس زمانہ میں حضرت اقدس سیر کیلئے ہر روز ایک دو میل بعد طلوعِ آفتاب تشریف لے جایا کرتے اور بعد واپسی اگر تکان بھی ہوتی تب بھی یوسف مرحوم کے پاس جاتے اور حضرت مولانا نورالدین صاحب .... کا علاج ہونے لگا۔ روز بروز فائدہ کی صورت نظر آنے لگی اور جناب ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب حسب الارشاد حضور معالجہ میں مشورہ دیتے رہے اور مولوی قطب الدین صاحب اور مفتی فضل الرحمٰن صاحب نے بھی جزاھم اللہ خیر الجزاء بڑی مدد دی اور وقت پر ادویات پہنچاتے رہے۔

ایک روز بارہ بجے رات کے مرحوم کا اتفاقاً تنگ حال ہو گیا اور قضاء و قدر کے ماتحت موت کے آثار ہو کر جان کندنی شروع ہو گئی۔ میرے مکان پر شیخ فیض اللہ احمدی ہمشیرہ زادہ مرحوم آئے اور یہ حالت بیان کی۔ مَیں سُن کر حیران ہو گیا اور ششدر رہ گیا اور دل میں کہا کہ یا الٰہی یہ کیا ماجرا ہے۔ رات دس بجے کے وقت مَیں اچھی طرح چھوڑ کر آیا ہوں۔ خیر مَیں مرحوم کے پاس گیا۔ دیکھا تو حالت غیر ہے اور جان کندنی شروع ہے۔ موت کے آثار نبض کا چھوٹ جانا، غیر منتظم ہونا، جسم کا ٹھنڈا ہونا، مُنہ کھلا رہنا وغیرہ سب موجود ہیں۔ مَیں سیدھا حضرت اقدس کے مکان پر گیا۔ اب ساڑھے بارہ بجے ہیں۔ اِدھر مریض کا تنگ حال اُدھر مکان کے دروازے

بند اور سب سوتے ہیں - مَیں اُدھر کے حصّہ مکان کی طرف گیا جس طرف حضرت سویا کرتے یا لکھا کرتے تھے مَیں نے ایک آواز بڑے زور سے گھبراہٹ میں دی تو پہلے جو بولے تو حضرت اقدس بولے کہ صاحبزادہ صاحب ہیں؟ مَیں نے عرض کیا کہ ہاں حضور سراج الحق ہے۔

فرمایا: اس وقت کیسے آئے خیر ہے؟

سراج نے عرض کیا کہ یوسف علی کی حالت غیر اور قریب الموت ہے اور جان کندنی شروع ہے۔ تمام جسم سرد اور نبض غیر منتظم - کوئی صورت اچھی نہیں - زندگی سے قطعی مایوسی ہے -

فرمایا: شام تک تو ہم نے خبر منگائی تھی اچھے تھے - اندر آؤ۔

اور اندر ایک خادمہ سے فرمایا کہ جلدی دروازہ کھول دو - ثواب ہوگا، اور ایک لالٹین ساتھ لے جاؤ - خادمہ سے یہ کہنا کہ دروازہ کھول دو ثواب ہوگا - ایسے پیارے لب و لہجہ سے فرمایا کہ میرے جیسے انسان کا کام نہیں کہ اس کا اندازہ کرسکے - حالانکہ آپ آقا ہیں اور وہ خادمہ ہے اور ہر طرح سے تابعدار اور فرمانبردار ہے - آپ چاہتے تو امراء رؤسا والی شان سے اُس کو خادمہ سمجھ کر یا دھمکا کر یا کڑی اور سخت آواز سے حکم کر سکتے تھے ، لیکن اُس لب و لہجہ اور دھیمی اور مسکینی طریق سے فرمانا، "دروازہ کھول دو ثواب ہوگا"، کیسا دل لبھانے والا جملہ ہے کہ دباؤ نہیں سختی نہیں - یہی اوصافِ حمیدہ اور خصائل پسندیدہ اُس امام موعود کے تھے .... یہ اُس رسول ہاشمی قریشی افضل الرسل سید المرسلین محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ ہے جس نے وَلَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ کا نقشہ کھینچکر دکھا دیا اور سچ فرمایا آپ نے :

بخدا دل سے مرے مٹ گئے سب غیروں کے نقش
جب سے نقشہ ہے ترا دل پہ جمایا ہم نے

لَوْ کُنْتَ فَظًّا غَلِیْظَ الْقَلْبِ لَا انْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِکَ - رات کا ایک بجنے کے قریب ہے - نیند کا آرام کا وقت ہے - خاکسار کا سخت آواز سے پکارنا ہے اور آپ کا نرمی سے دریافتِ حال فرمانا اور ایک خادمہ اور ادنیٰ عورت کو جو اسی کام کے لئے بے عذر رہتی ہے اُس کو فرماتے ہیں کہ دروازہ کھول دو ثواب ہوگا۔ ہم جیسے ہزاروں خادم اور آپ ایک مرشد - اور مرشد ہی نہیں مسیح موعود ..... اور ماسوا اس کے آپ رئیس ابن رئیس اور امیر ابن امیر - دونوں حیثیتیں ایک سے ایک بڑھی ہوئی - پھر نرمی اور عاجزی اور مسکینی سے فرماتے ہیں - کون ہے؟ صاحبزادہ صاحب ہیں؟ اور پھر کسی قسم کا ملال طبیعت پر نہیں - .....

اِدھر آپ کی یہ حالت اُدھر حضرت اماں جان جاگ اُٹھیں اور کہنے لگیں خیر ہے اِس وقت پیر صاحب کیسے آئے؟ حضرت اقدس نے وہی حال بیان کیا تو حضرت قدسی دست بدعا ہو گئیں اور کچھ نہیں بولیں۔ یہ دوسرا نمونہ ہے حضرت اقدس کی قوتِ قدسیہ اور اثرِ صحبت کا - عموماً عورتوں کی طبیعت نازک ہوتی ہے ایسی آرام اور چین اور خواب استراحت کی حالت میں اور پھر آدھی رات کو خفا ہو جانا یا زبان سے اضطراری اور نیند کے وقت کوئی کلمہ سخت نکل جانا کچھ بات نہیں۔ لیکن اللہ اللہ وہ خُلق وہ رحم کہ سُن کر دعا میں لگ جانا اور دل پر ذرہ بھر مَیل نہ آنا یہ آپ ہی کا کام تھا - دُنیا میں

پیرزادے دیکھے۔ مشائخ دیکھے۔ صوفی مولوی باخدا اور خدا رسیدہ ہونے کا دم بھرنے والے دیکھے۔ امیر امراء نواب شاہزادہ تک دیکھے مگر یہ خُلق کہاں۔ یہ محبت اور یہ اُنس اور یہ ہمدردی کہاں۔ ذرا ذرا سی بات میں بگڑنا۔ اپنے آرام کے لیئے دوسروں کی پرواہ نہ کرنا۔ چھوٹی چھوٹی باتوں پر ناراض ہوجانا۔ خفا ہو کر نکال دینا۔ مَیں خود پیرزادہ ہوں اور قریباً کئی ہزار کا پیشوا اور رہنما مانا گیا ہوں۔ لاکھوں معتقد ہیں سب کچھ ہے۔ مجھ سے زیادہ دوکاندار اور اس کام کا رازدار اور جاننے والا کون ہوگا کہ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ سے میرے تک نسلاً بعد نسلٍ پیر ہوتے چلے آئے ہیں۔ پھر کوئی بات تو ہے جو میرے جیسے انسان کو اس عالیشان اور جلیل القدر انسان باخدا انسان کی طرف کھینچ کر لائی۔

جب مَیں حسب الحکم مکان کے اندر گیا حضرت اقدس نے تمام کیفیت دریافت فرمائی اور دو تین دوائیاں قیمتی جلدی جلدی ملا کر اور ایک گلاس میں ڈال کر عنایت فرمائیں جس میں اشہب خالص بھی تھا اور فرمایا کہ جلد جاؤ اور پلاؤ اللہ تعالیٰ شفا دیوے اور جلد ہمیں اطلاع دینا۔ ادھر ہم دعا کرتے ہیں۔ دوا کا تو درحقیقت ایک تسلی آمیز سبب تھا مگر جو بات تھی وہ دعا تھی۔ حضرت اقدس فرمایا کرتے تھے کہ اَلدُّعَاءُ سَیْفُ الْمُؤْمِنِ۔ مومن کا ہتھیار دُعا ہے۔ پس مَیں دوا حضرت سے لے کر چلا اور یوسف مرحوم کو اُسی حالتِ نزع میں پلائی اور پلاتے ہی اُس مرحوم نے آنکھیں کھول دیں اور کچھ ہوش و حواس درست ہوئے تو مَیں نے سارا قصہ سُنایا۔ مرحوم بہت خوش ہُوا۔ پھر مَیں اپنے مکان پر چلا گیا۔ صبح کو قبل از نماز حضرت اقدس نے مجھ کو مکان پر بلوایا اور فرمایا۔ یوسف علی صاحب کا کیا حال ہے؟ صاحبزادہ صاحب تم نے ہمیں اطلاع نہ دی۔

سراج: حضور اطلاع کیا دیتا۔ ادھر آپ نے دَوا دی اور اُدھر دُعا شروع کی۔ دَوا کا پلانا تھا اور شفاء کا ہونا تھا۔ اب اللہ تعالیٰ کا فضل ہے پوری تندرستی عود کر آئی ہے۔

فرمایا: صاحبزادہ صاحب جب وہ دَوا لیکر تم روانہ ہوئے تو ہم کو نیند نہ آئی۔ دعاؤں میں لگ گئے۔ اور تمہارا خیال رہا کہ اب خبر لاتے ہونگے اور ہمارے کان آدمیوں کی طرف لگے رہے کہ کون خبر لاتا ہے۔ عین دعا کے وقت ذرا سی غنودگی میں ایک خواب دیکھا اور ایک الہام مبشر ہُوا جو خاص یوسف علی کی نسبت ہے۔ اور فرمایا بعد نماز سیر کو چلیں گے اُس وقت وہ خواب اور الہام سُنائیں گے۔

بعد نماز حضرت اقدس سیر کو تشریف لے چلے۔ حضرت مولانا سید محمد احسن صاحب امروہی اور جناب ڈاکٹر رشید الدین صاحب اور شیخ یعقوب علی صاحب تراب وغیرہم بہت سے اصحاب ساتھ تھے راستہ میں وہ خواب اور الہام سُنایا اور یہی ذکر بار بار بڑے وثوق سے فرماتے رہے اور فرمایا اس بیماری میں یوسف علی صاحب نہیں مریں گے اور پورے شفایاب ہو جائیں گے۔ سیر سے واپسی کے وقت معہ تمام اصحاب یوسف علی صاحب کے پاس تشریف لے گئے اور اپنی زبان مبارک سے وہ خواب اور الہام یوسف علی صاحب کو سُنایا۔"

(تذکرۃ المہدی جلد اوّل صفحہ نمبر ۱۲۹ تا ۱۳۷۔ از حضرت پیر سراج الحق صاحب نعمانی)

مخلص نوجوان متوجّہ ہوں!

حضرت مرزا طاہر احمد صاحب امام جماعت احمدیہ فرماتے ہیں :-

"جماعت میں ایسے نوجوان ہیں جو بعد میں آکر برسرِ روزگار ہوئے ...... وہ اِس وعدے میں شامل نہیں ہو سکے ..... بہت سے ایسے ہیں جو پہلے اخلاص کے معیار میں کمزور تھے اور خدا کے فضل سے آگے بڑھ گئے ہیں ..... بہت سے نئے احمدی ہوئے ہیں ..... اُن کو مالی قربانی میں فوراً شامل کرنا اُن کی زندگی کے لیے اور ان کی بقا کے لیے ضروری ہے۔ ان کی طرف توجہ دینا ہے۔ ان کو بتانا چاہیئے کہ اتنی عظیم الشان تحریک جو صد سالہ جشن سے تعلق رکھتی ہے اور گزشتہ سَو سال کی تاریخ میں آپ کی قربانی شامل ہو جائے گی۔ احمدیت کے آغاز کے پہلے دن سے لے کر اس جشن کے سال تک خدا تعالیٰ آپ کی قربانی کو سارے سالوں پر پھیلا دے گا ....

اتنی عظیم الشان قربانی کا وقت ہو اور آپ ان بچاروں کو محروم رکھیں ..... یہ ..... ناجائز بات ہے۔ یہ ظلم ہے ان لوگوں پر ....

اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی توفیق سے اس کے لیئے کمرِ ہمت باندھیں اور پورے زور سے اس طرح جس طرح WAR FOOTING کہتے ہیں جہاد کی روح کے ساتھ ساری دنیا میں عظیم الشان تحریک چلائیں .... سب احمدی اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ اس سے دعائیں مانگتے ہوئے اس طرح وعدے پورے کریں کہ خدا کی نصرت کا ہاتھ ان کو دکھائی دے۔ خدا کا پیار وہ اپنے دل میں محسوس کریں اور وعدے پورے کرنے کی ایسی شکل ہو کہ وعدے کا جو لطف آئے گا وہ تو آئے گا وہ خدا کی نصرت کو اس طرح دیکھیں اپنی تائید میں ظاہر ہوتے ہوئے کہ اللہ کی محبت میں بھی وہ پہلے سے بڑھ جائیں ... اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہو ....

آپ کے لیئے خوشخبری ..... ہے کہ اگر اپنے خلوص کے معیار کو بڑھائیں تو ان فکروں سے آپ کو نجات بخشے گا کہ ادائیگی کس طرح ہوتی ہے"!

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۳ر فروری ۱۹۸۷ء۔ بیت الفضل لندن)

(مرسلہ وکیل صد سالہ جوبلی فنڈ)

حضرت مصلح موعود اور

حیات مصلح موعود

خود بیان فرمودہ واقعات

پروفیسر سر تھامس آرنلڈ

پروفیسر سر تھامس آرنلڈ علی گڑھ کالج میں پڑھاتے رہے ہیں۔ اس عرصہ کے دوران پروفیسر صاحب موصوف نے سر سید احمد خان کے اصرار پر مشہور کتاب PREACHING OF ISLAM (دعوتِ اسلام) لکھی۔ پروفیسر صاحب گورنمنٹ کالج لاہور میں تعلیم دیتے رہے ہیں۔ ڈاکٹر علامہ محمد اقبال انکی شاگردی پر فخر کیا کرتے تھے۔

"۱۹۲۴ء میں جب میں ولایت گیا تو سر تھامس آرنلڈ جو علی گڑھ میں پروفیسر رہ چکا تھا اور اس وقت وہ مشرقی افریقہ کا گورنر تھا۔ اور وہیں سے آیا تھا ایک میٹنگ میں شامل ہوا جس میں مَیں بھی شریک تھا اس وقت بعض عورتوں نے مجھ سے مصافحہ کرنا چاہا تو میں نے انکار کر دیا اور کہا کہ (ہمارے دین) میں عورتوں سے مصافحہ کرنا جائز نہیں۔ میری یہ بات اس پر طبعاً گراں گزری اور اس نے بعد میں کہنا شروع کر دیا کہ مَیں اسلام کا بڑا ماہر ہوں بہت بڑا مصنف ہوں اسلام میں ایسی کہیں تعلیم نہیں۔ اس کے بعد کچھ طالب علم میرے پاس آئے اور انہوں نے ذکر کیا کہ پروفیسر آرنلڈ اس طرح ذکر کرتا تھا۔ کیا (ہمارے دین) میں عورتوں سے مصافحہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ میں نے انہیں تفصیل سے (اپنے دین) کی تعلیم بتائی اور کہا کہ (ہمارا دین) عورتوں سے مصافحہ کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ اس پر پروفیسر آرنلڈ کے دل میں میرے متعلق اس قدر بُغض پیدا ہو گیا کہ جب کوئی میٹنگ ہوتی تو وہ میری موجودگی میں اس میں شامل نہیں ہوتا تھا ایک دفعہ وہ میٹنگ میں تو آیا مگر مجھ سے دور دور رہا۔ میں نے سیکرٹری سے ذکر کیا کہ پروفیسر آرنلڈ محض میری وجہ سے آگے نہیں آتا۔ اس نے کہا۔ یہ کس طرح ہو سکتا ہے۔ میں ابھی اسے بلواتا ہوں میں نے کہا آپ دیکھ لیں وہ میرے سامنے نہیں آئے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اس نے آواز دی اور کہا پروفیسر آرنلڈ ادھر آؤ اس پر وہ آ تو گیا مگر مجھے دیکھتے ہی ایک دوسرے راستہ سے نکل گیا غرض اسقدر بُغض انکے دلوں میں اسلامی تعلیم سے پایا جاتا ہے کہ جس کی کوئی حد ہی نہیں"

(تفسیر کبیر جلد ششم صہ ۲۱۳)

بیت الاقصیٰ میں آریوں کا لیکچر

" مجھے یاد ہے ایک دفعہ قادیان میں آریوں کا جلسہ ہوا جس میں انہوں نے ہمارے خلاف بہت شور مچایا۔ جلسہ کے بعد ان کے لیکچرار مجھ سے ملنے آئے میں نے ان سے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ آپ کو جگہ کے متعلق تکلیف ہوئی آپ میرے پاس آتے میں اپنی بیت الاقصےٰ میں انتظام کروا دیتا۔ وہ کہنے لگے کیا آپ اپنی بیت الاقصےٰ میں اس کی اجازت دے دیتے؟ میں نے کہا کیوں نہیں اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عیسائیوں کو اپنے طریق پر عبادت کرنے کی اجازت دے دی تھی تو میں آپ کو بیت الاقصےٰ میں لیکچر کی اجازت کیوں نہیں دے سکتا۔ اس پر ان میں سے ایک نے کہا کہ اگر آپ اجازت دیں تو میں آج لیکچر دے سکتا ہوں۔ میں نے کہا اجازت ہے۔ چنانچہ بیت الاقصیٰ میں اس کا لیکچر ہوا جس میں مَیں بھی شامل ہوا۔ اس کے بعد آریہ صاحبان کی موجودگی میں حافظ روشن علی صاحب مرحوم نے ان کے اعتراضات کے جواب دیئے۔ اس کا ایسا اثر ہوا کہ ان کا جلسہ ہی بند ہوگیا۔ اور شاید بارہ تیرہ سال کے بعد انکا دوبارہ جلسہ ہوا "

(تفسیر کبیر جلد ششم صفحہ ۵۳)

عبداللہ توکے

سوویت یونین کا عظیم مسلمان شاعر

(تحقیق و ترجمہ :- مکرم فضیل عیاض احمد صاحب شاہد ڈپلومہ اِن شین)

عبداللہ توکے جدید تاتاری ادب کا ایک عظیم شاعر ہے۔ سوویت یونین میں ہر وہ شخص جو تاتار لٹریچر سے ذرا بھی دلچسپی رکھتا ہے وہ عبداللہ توکے کے نام سے یقیناً واقف ہے اور کسی تاتاری کا تو اس سے لاعلم رہنا تقریباً ناممکنات میں شامل ہے۔ اگرچہ وہ صرف ۲۷ سال کی عمر میں خدا سے جا ملا لیکن اس کم عمری میں بھی اس نے ۱۲۰۰۰ سے زائد مصرعوں پر مشتمل ذخیرۂ سخن چھوڑا۔ اپنے اشعار میں اس نے قومی، مذہبی، سماجی اور ذاتی تجربات کو موضوعِ سخن بنایا ہے۔ وہ اپنی زندگی ہی میں شہرت کے اس مقام پر پہنچ چکا تھا کہ اس کی نظمیں زبان زدِ عام تھیں اور ہر شخص کے حافظے کا حصہ بن چکی تھیں اور اس کے اشعار ضرب الامثال کا روپ دھار چکے تھے۔

"توکے" مینگر کاؤنٹی کے ایک گاؤں کشلاوچ (KUSHLAWICH) میں ۱۸۸۶ء میں پیدا ہوا۔ اس کا والد امام مسجد تھا اور سات پشتوں سے اُن کا یہ خاندانی پیشہ تھا۔ عبداللہ کو صرف ساڑھے چار سال کی عمر میں اپنے والد کی وفات کے صدمے سے دوچار ہونا پڑا۔ جبکہ اس کی ماں تو پہلے ہی وفات پا چکی تھی۔ خاندان میں کوئی بھی اس یتیم بچے کی کفالت کے لئے تیار نہ تھا۔ چنانچہ وہ ایک خاندان سے دوسرے خاندان میں منتقل ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ ۱۸۹۵ء میں اس کی خالہ اور خالو نے اُسے اپنی کفالت میں لے لیا جو ایک دُور افتادہ علاقے اورال کے گاؤں TAYIK میں رہتے تھے۔

یہاں سے اس کی باقاعدہ تعلیم کا آغاز ہوا۔ وہ "مطیع اللہ" مدرسہ میں گیا اور ایک روسی سکول میں بھی پڑھتا رہا۔ مطیع اللہ مدرسہ ایک جدید سکول تھا جہاں دیگر تعلیمی پروگرام کے ساتھ ساتھ قرآن، حدیث، فقہ اور تاریخ کی تعلیم بھی دی جاتی تھی۔ ادب کی کلاس میں اُس کو عثمانی اور چغتائی شعر و شاعری کے مطالعہ کا موقع ملا۔ جس نے اس پر نہایت گہرا اثر مرتب کیا۔ اگر ہم اس کی ابتدائی شاعری کا مطالعہ کریں تو ہم اس پر نہایت گہرا اثر عثمانی عہد کی شاعری کا پاتے ہیں۔ خصوصاً اس کی ابتدائی نظموں میں اس کے نمایاں اثرات بھی پائے جاتے

ہیں۔

جہاں تک اس کی ذات میں جمالیاتی اور تخلیقی صلاحیتوں کی نمو کا تعلق ہے تو اس میں تاتار کے چھوٹے سے علاقے TAYIK کی تہذیب و ثقافت، اس کے مدرسے اور روسی سکول اور اس کے استاد کے بیٹے کامل مطیع تحفۃ العین نے نہایت اہم کردار ادا کیا۔

انقلاب روس سے پہلے کی اصلاحات کے بعد زار نکولس دوم نے ۱۷ اکتوبر ۱۹۰۵ء کو اپنے مشہور منشور کا اعلان کیا جس میں اس نے تمام شہریوں کو برابر انسانی حقوق کا حقدار قرار دیا۔ اس منشور نے غیر روسی اقوام کو ایک موقع فراہم کیا کہ وہ اپنی ثقافتی، مذہبی اور سیاسی اقدار کو اس طرح فروغ دے سکیں کہ اس میں حکومت کوئی مداخلت نہ کرے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اشاعت کے میدان میں ایک انقلاب برپا ہو گیا اور بے پناہ مذہبی و سماجی لٹریچر معرضِ وجود میں آیا۔ اس سے تاتاری اور آذربائیجانی قومیت رکھنے والے افراد نے روس کے مسلمانوں کے درمیان ایک اہم حیثیت اختیار کر لی۔

اس اعلان کے ایک ہی ماہ بعد کامل مطیع نے اپنا پہلا تاتاری زبان کا اخبار TAYIK سے نکالا جس کا نام "فکر" تھا۔ اس کے معاً بعد "العصر الجدید" ایک ادبی شمارہ اور تیر UQLAR نامی طنز و مزاح پر مشتمل رسالہ نکلنا شروع ہوا۔

توکے نے ان تمام مطبوعات پر نہایت جانفشانی سے کام کیا۔ ابتداء میں ایک ٹائپ سیٹر کے طور پر اور پھر ایک ایڈیٹر کے رُوپ میں۔ اس کی پہلی نظمیں بھی یہیں شائع ہوئیں۔ ۱۹۰۷ء میں کامل مطیع کو گرفتار کر لیا گیا اور توکے اورال سے کازان چلا آیا جو تاتار ثقافت کا گہوارہ تھا۔ جہاں اس نے اپنی باقی مختصر زندگی گزاری۔ اس نے کازان میں ہی ۱۳ اپریل ۱۹۱۳ء کو وفات پائی۔ اور سات یا آٹھ سال کی مختصر مشقِ سخن نے اس کو تاتار قومیت کا سب سے عظیم شاعر بنا دیا۔

توکے سوویت یونین کے باہر بھی تاتار یا شبکیر قومیت کے لوگوں کے دلوں کی دھڑکن ہے۔ ترکی، عوامی جمہوریہ چین، جاپان، امریکہ اور فن لینڈ کی طرف ہجرت کرنے والے اور بسنے والے تاتار قومیت کے لوگ اس کی یاد کو زندہ رکھے ہوئے ہیں۔ مثلاً جاپان کی اسلامی تنظیم نے اس کی نظموں کو ۱۹۳۳ء میں چار جلدوں میں شائع کیا۔ ترکی کے تاتاریوں نے "توکے یوتھ کلب" کے نام سے ایک تنظیم بنائی جو ہر سال اپریل میں توکے پر ایک رسالہ شائع کرتی ہے۔

جیسا کہ میں پہلے بیان کر چکا ہوں کہ اگرچہ توکے نے سماجی، مذہبی اور قومی جذبوں پر بہت سی نظمیں لکھی ہیں لیکن زیادہ تر اس نے ثقافتی اقدار کو اجاگر کرنے پر زور دیا ہے۔ "توکے" یقیناً ایک ترقی پسند شاعر ہے جو اپنے اردگرد کے ماحول کو ترقی دینا چاہتا ہے۔ اس کو جدید بنانا چاہتا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ سماجی، سیاسی اور قومی تشخص کو بھی اجاگر کرتا ہے۔ وہ اس بات پر کامل یقین رکھتا ہے کہ اس کے علاقے کے لوگوں کی پس ماندگی کی وجہ توہمات میں یقین رکھنا اور اَن پڑھ غیر تربیت یافتہ امام ہیں۔ درحقیقت وہ اپنی شاعری میں مُلّائیت کی اس قسم کی شدید نفی کرتا نظر آتا ہے جس نے اسلام کے نام پر شخصی فائدہ حاصل کرنے کے لئے ہر قوت کو ایک جگہ جمع کرنے پر زور دیا

ہے۔ توکے کے اس نظریہ کو سوویت مصنّفین نے اس کے دہریہ ہونے پر بطور دلیل پیش کیا ہے جو اس کے نظریہ کی سراسر غلط تشریح ہے جبکہ توکے ایک خالص مذہبی ذہن رکھنے والا انسان تھا۔ اور خدا اور اسلام کی مذہبی تعلیمات پر کامل یقین رکھتا تھا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو تاتار کبھی بھی اس کی عزت نہ کرتے، جن کے دل دین کی محبّت سے معمور ہیں۔ سب سے بڑھ کر تو یہ کہ اس کا جنازہ ہونے والے مفتی عالم جان برودی نے پڑھایا۔ اور اس کو کندھا دیا۔ توکے ایک مذہبی مدرسہ میں پڑھا تھا۔ اُس نے اس کو مضبوط اسلامی پس منظر عطا کیا جس کی جھلک اس کی بعض نظموں میں نظر آتی ہے۔ جو خالص اسلامی رُوح سے معمور ہو کر لکھی ہوئی ہیں۔ اس کی نظمیں جو سوویت یونین میں ممنوع ہیں۔ ان میں سے تین کا اردو ترجمہ درج ذیل ہے:۔

"عہد"

موت!\
اے میری مطمئن رُوح\
اپنے رب کی طرف لوٹ۔\
اب تک تُو نے اس کی رضا کو\
اس کی وفا کو\
چھوڑ رکھا تھا\
اب اس کی رضا پر چل\
اے میرے دوستو!\
اے میرے حبیبو!\
ان مُلّاؤں کو بتا دو\
کہ وہ یہ دو مصرعے\
مجھے مٹی دیتے ہوئے\
سُنا دیں۔\
کہ بے ایمان کی قسمت میں\
میرے اِن الفاظ سے حیرت میں گم ہو جانا ہی ہے\
"دیکھو ایمان اور قرآن نے کس طرح میری رُوح\
کو روشن کر دیا ہے"!

. . . .

"اثر"

زندگی کے کسی کٹھن،\
بے کراں اور سخت لمحے\
جب مَیں اشتیاق اور افسوس کے جذبات\
کی بھٹی میں\
سُلگتا ہوں\
تو\
مَیں جلدی جلدی\
قرآن سے\
ایک سورت\
جو خوب ہو\
پڑھتا ہوں\
تب\
تمام دکھ میری رُوح سے\
ایک دستِ رُوح پرور\
لے جاتا ہے۔\
اور تمام بادل\
شکوک کے\
دل سے اُڑ جاتے ہیں

اور میری آنکھیں
آنسوؤں سے
تربتر ہو کے دکھ کو
بہا دیتی ہیں
مَیں مقدس آنسوؤں سے
اپنے رخساروں پر ـــــ موتیوں کے ہار
تب پروتا ہوں
تب میری رُوح
ہر طرح سے
پاک ہو کر، اُڑنے لگتی ہے اور مَیں
صاحبِ ایمان ہو جاتا ہوں
سکوں کے لمحے اُترتے ہیں مجھ پر
مَیں دُکھوں سے چھوٹ جاتا ہوں
اے خدا، اے حبیب!
وہ باتیں
جن سے تُو نے
مجھ کو روکا
سب بری ہیں
سب ہیں راندہ
مَیں ہوں کہتا
کہ
میرا خدا
یقیناً سچ ہے
عظیم ہے وہ

. . . . . .

"خدا سب سے عظیم ہے"

اے محترم
اے انمول
اے معصوم
نومولود
گناہ سے پاک
اس کا رحم
بہت ہے گہرا
اس لیئے اس پر
بھروسہ رکھ
اے خدا
تو اس زندگی میں مجھے
روشنی کی راہ گزر پر
راستوں کو خود دکھا
وہ ہے رحمت کا خزینہ
تیری ماں سے بھی زیادہ
تیرے والد سے بھی بڑھ کر
اس میں الفت کا دفینہ
تیری رُوح تو ہے ابھی تک
پاک جیسے قطرۂ شبنم
اور گند کا کوئی ذرّہ
اس میں اب تک نہیں ہے آیا
تیری شیریں سی زباں سے
اب تلک
کوئی گندا اور کمینہ لفظ
نکلا ہی نہیں۔

تیری رُوح اور تیرا جسم
اب تلک ہیں پاک وصاف
تُو فرشتوں کا ہے عکس
تیرا چہرہ روشنی ہے
تُو دعا کر
ہر گناہ سے آزاد ہو کر
قبلہ رُو ہو، سجدہ کر
جان لے کہ پاک رُوح تو
ایک روشن راستہ ہے
جو خدا کے عرش تک
بغیر رُکے جاتا ہے
اے محترم
اے انمول
نَومولود
گناہ سے پاک
اس کی رحمت بے کراں
اس کی شفقت بے پناہ
کر اُسی پہ تُو ہمیشہ ہی بھروسہ

کتابیات :-

I ABDULLAH TUKAY, TÜRK YURDU. 1913 BY FUAD KÖPRÜLÜ

II A.B TAYMAS KAZANLI SAIR ABDULLAH TUKAY ÜZERINE

III GABDULLAH TUKAY MECMUA ASARI (THE COMPLETE WORK OF ABDULLAH TUKAY - TOKYO 1933)

(یہ مضمون ابتدائی طور پر ٹرکش اور روسی زبان میں شائع ہوا۔ مترجم نے اسے روسی سے ترجمہ کیا ہے۔)

ختم ہونے کو ہے زخموں کا سفر آگے چل

توڑ کر سنگِ سرِ راہ گزر آگے چل

اے مرے دوست ہنر پائے سفر آگے چل

ایک دو گام ہے اِس شب کا سفر طے کر لے

تیری پیشانی سے پھُوٹے گی سحر آگے چل

دیکھ مرکوز ہیں دنیا کی نگاہیں تجھ پر

اپنے ہاتھوں پہ لیئے شمس و قمر آگے چل

بارشِ سنگ میں گردن نہ جھکا پاؤں نہ روک

سج رہے ہیں تجھے سب لعل و گہر آگے چل

جا کے منزل پہ حساب ان کا کریں گے اکبرؔ

ختم ہونے کو ہے زخموں کا سفر آگے چل

(اکبر حمیدی)

ادب

(معروف شاعر جناب غلام جیلانی اصغر صاحب کے ساتھ ایک شام کے موقع پر پڑھا گیا)

ریزہ ریزہ ذات کا چہرہ

(از محترم ڈاکٹر ناصر احمد صاحب پرواذی)

یہی خیال تھا کہ جیلانی صاحب کے بارہ میں لکھنا کون سا مشکل کام ہے بس قلم پکڑوں گا اور ان کی باغ و بہار طبیعت کے شواہد و مظاہر کو ایک ایک کر کے گرفت میں لیتا، سپردِ قرطاس کرتا چلا جاؤں گا۔ مگر اب اپنی بیچارگی کا احساس اِس شدت سے دامن گیر ہو رہا ہے جس شدت سے مصحفی کو اپنی بے بسی کا احساس ہوُا تھا:

مصحفی ہم تو سمجھتے تھے کہ ہوگا کوئی زخم
تیرے دل میں تو بہت کام رفو کا نکلا

اب لکھنے بیٹھا ہوں تو سامنے غالب کھڑا ہے:

ملنا ترا اگر نہیں آساں تو سہل ہے
دشوار تو یہی ہے کہ دشوار بھی نہیں

جیلانی صاحب کو جاننا جتنا آسان ہے اُس کا اظہار کرنا اتنا ہی مشکل ہے۔

ایک لحیم شحیم آدمی درزی کے پاس ماپ دینے گیا۔ درزی نے فیتہ کا ایک کونہ اس کے دائیں کولھے پر رکھ کر کہا ذرا اِسے تھامئے گا مَیں اُوپر سے چکر لگا کر ابھی آتا ہوں۔ مَیں نے آج سے چونتیس سال قبل نحیف و نزار جیلانی صاحب کا گھیر ناپنے کے لئے فیتہ کا ایک سرا اُن کے دائیں کولھے پر رکھا تھا اور اُن کے گرد اگرد دَوڑ لگا دی تھی۔ ابھی تک مَیں واپس نہیں پہنچا۔ ان کی شخصیت کا گھیر، بہت بڑا ہے۔ ان کے ظاہر پر نہ جائیے گا:

ہیں ستارے کچھ نظر آتے ہیں کچھ!

جیلانی صاحب باتوں کے دھنی ہیں اور دل کے غنی، طبیعت کے بادشاہ ہیں اور خصوصیتوں کے عالم پناہ! دوستوں کے لیئے سپر ہیں اور دشمنوں کے لیئے تبر۔ مگر اپنوں کے لیئے اپنے ہیں اور غیروں کے لیئے بھی اپنے! مَیں نے صرف ایک بار انہیں لڑتے دیکھا ہے۔ غور سے دیکھا تو سامنے آئینہ تھا۔ مَیں کے مقابل مَیں!

ان کی شخصیت اتنی ہمہ گیر، اتنی متنوع اور اتنی متضاد ہے کہ سمجھ نہیں آرہا ان کی کون سی خوبی بیان کروں اور کون سی خرابی چھوڑ دوں۔؟ وہ اتنے وسیع المشرب، کثیر الاحباب اور قلیل الاعداء ہیں کہ ان کا ہر جاننے والا انہیں جانتا ہے:

"مَیں جب کسی شخص سے ملا ہوں تو اپنے اندر کے کونے کونے میں گوشے گوشے میں لے گیا ہوں"

مگر اس دوستانہ سلوک کے بعد وہ ایک معاندانہ مطالبہ بھی کرتے ہیں کہ:

"یہ میں ہوں، جیسا بھی ہوں، جہاں
ہوں، مجھے اس زاویہ سے دیکھو...."

میں نے جیلانی صاحب کے اس رویّہ کو "معاندانہ مطالبہ" سے تعبیر کیا ہے! کیوں؟

۱۹۵۴ء میں تعلیم الاسلام کالج کی یونین کے زیر اہتمام ایک تقریب ہوئی اس میں گورنمنٹ کالج سرگودہا کے انگریزی کے ایک پروفیسر تشریف لائے۔ نصیر احمد خان مرحوم نے مجھے طلب کیا اور کہا کہ تم بزم اردو کے عہدیدار ہو ایک ادبی تقریب کا اہتمام کرو جس میں انگریزی کے یہ پروفیسر اپنا اردو کلام سنائیں گے۔ ہم نے ہال میں اہتمام کیا۔ جب سب سامان مکمل ہو چکے تو دیکھا کہ نصیر احمد خان کے ساتھ ایک صاحب داڑھی اور سوٹ بوٹ پہنے چلے آ رہے ہیں۔ جب وہ پروفیسر صاحب سٹیج پر آئے تو طلبار نے بیک زبان ایسی آوازیں نکالیں جن کا مطلب کچھ نہ ہونے کے باوجود سب کچھ ہوتا ہے۔ وہ صاحب اطمینان سے مائیک پر تشریف لائے اور اپنی زہرناک آواز میں ایک قطعہ ارشاد فرمایا:

میری داڑھی کو دیکھنے والے
تو نے شاید فریب کھایا ہے
جس کو تقدیس تم سمجھتے ہو
میری ناکامیوں کا سایہ ہے

اس اعترافِ گناہ پر طلبار نے داد و تحسین کے ڈونگرے برسائے اور اس کے بعد کتنی ہی نظمیں، غزلیں، اس شاعر نے سنائیں اور طلبار نے کمال اطمینان و تحسین اور اشتیاق سے سنیں۔ وہ پروفیسر یہی پروفیسر غلام جیلانی اصغر ہیں جنہوں نے سوٹ پہننا چھوڑ دیا ہے مگر داڑھی ابھی تک چھوڑ رکھی ہے۔ چھٹتی نہیں ہے منہ سے یہ کافر لگی ہوئی۔

۳۴ برس پہلے بھی جیلانی صاحب اتنے ہی زندہ اور سیاہ دل تھے جتنے اب ہیں۔ بڑھاپا، ان کے دروازہ تک آیا تو ہے مگر دستک دے کر اندر آنے کی اجازت طلب کر رہا ہے مگر جیلانی صاحب نے اسے اندر آنے کی اجازت نہیں دی حالانکہ ان کے دروازے ہر کہہ و مہ کے لئے ہمہ وقت کھلے رہتے ہیں۔ جب میں طالب علم تھا اُس وقت بھی وہ اسی خلوص سے ملتے تھے جتنے خلوص سے وہ اب ملتے ہیں۔ میں اس وقت بھی یہ سمجھتا تھا کہ میں جیلانی صاحب سے واقف ہوں اور اب بھی یہی سمجھتا ہوں۔ یعنی ہنوز روزِ اوّل ہے۔ تعلقات کی اس استواری اور تسلسل میں میرا اتنا حصّہ نہیں جتنا جیلانی صاحب کے سلیقہ کا ہے:

وہ میرا ان کا تعلق جو رسم و راہ کا تھا
بس اس میں سارا سلیقہ مرے نباہ کا تھا

جن لوگوں نے غلطی سے میرا جاپان کا سفرنامہ "سورج کے ساتھ ساتھ" پڑھا ہے انہیں شاید یاد ہو کہ جیلانی صاحب جاپان میں بھی یاد آنے سے باز نہیں آئے۔

کتاب کا چھٹا باب (چھٹا ہوا باب نہیں) انہیں کے ذکرِ مبارک سے شروع ہوتا ہے:

"پہلے پہل اسے ڈیپارٹمنٹل سٹور کے کاؤنٹر پر دیکھا تو پروفیسر غلام جیلانی اصغر بہت یاد آئے:

"نیل گگن سی آنکھیں اس کی
گہری گہری، ٹھہری ٹھہری

پتلے پتلے ہونٹ تھے اس کے
جیسے اک باریک قلم سے غالب کا دیوان لکھا ہو

جیلانی صاحب کی یہ نظم "ایک لڑکی" شاید اسی طرح ہے یا شاید کچھ ردّ و بدل ہو گیا، کیونکہ لڑکی میں بھی تو بے پناہ ردّ و بدل ہو گیا تھا۔ مگر جیلانی صاحب کی یاد ذہن وہاں بھی آئی جہاں لوگ خود اپنے آپ کو بھی بھول جایا کرتے ہیں۔

جیلانی صاحب کے مجموعۂ کلام 'میں اور میں' پر تبصرہ کرتے ہوئے ہر مبصر نے خواہ وہ استاذی ڈاکٹر سید عبداللہ مرحوم ہوں یا مجتبیٰ وزیر آغا، احمد ندیم قاسمی ہوں یا خود جیلانی صاحب، سب نے یہ بات ضرور کہی ہے کہ "آخر یہ مجموعہ اشاعت پذیر ہو ہی گیا"۔ جیلانی صاحب نے یہ مجموعہ اتنے لمبے عرصہ تک صفحۂ وقت پر بکھیرے رکھا، اسے سمیٹ کر یکجا نہیں کیا تو اس میں یہی حکمت اور دانائی تھی کہ چھپنے کے بعد تو مجھ جیسے اَن پڑھ سمیت ہر شخص اس "میں اور میں" پر خامہ فرسائی کرنے کی کوشش کرنے لگے گا، اور اس طرح اس مجموعہ کے اندر کی حکمتیں اہلِ نظر کی نظر سے پوشیدہ رہ جائیں گی:

تم نے دیکھا ہے فقط باہر سے دیواروں کا رنگ
دل پہ کیا گزری پسِ دیوار آ کر دیکھتے!

سچی بات بھی یہی ہے کہ "میں اور میں" بہمہ وجوہ غلام جیلانی اصغر کو اپنے اندر سمیٹنے میں کامیاب نہیں ہوا۔ اس میں صرف ایک جہت مقید ہوئی ہے اور اس جہت کا حشر بھی یہ ہوا ہے:

میں کہ ہوں شہر میں دیوارِ برہنہ کی طرح
لکھ دیا جو بھی کسی شخص کے جی میں آیا

'میں اور میں' کا غلام جیلانی اصغر، ریزہ ریزہ چہرے کا صرف ایک رُخ ہے:

میں گذرگاہِ حوادث ہوں مرے چہرے کو دیکھ
اس پہ سب بیتے دنوں کا ماجرا لکھا بھی ہے

مجھ سے ملتے ہیں تو سب پہچان لیتے ہیں مجھے
ریزہ ریزہ ذات کا شاید کوئی چہرہ بھی ہے!

حاصل مجھے کیا دیدۂ بینا سے ہوا ہے
یہ سارا کٹاؤ اسی دریا سے ہوا ہے

ٹوٹتا رہتا ہوں پہروں میں تضادِ کرب سے
اپنے باہر مسکرانا، اپنے اندر سوچنا

آئنہ خانہ میں اِک عمر رہے محوِ خیال
اپنے اندر سے نکل کر کبھی دیکھا ہوتا

وہ ایک شخص جو سب سے جدا سا لگتا ہے
بڑا حسیں ہے مگر بے وفا سا لگتا ہے

تمام شہر میں جس بے وفا کا چرچا ہے
تمہیں ملے تو ہمیں بھی بتاؤ کیسا ہے

میں تو سمجھا تھا کہ لوگوں سے شناسائی بڑھی
آشنا جتنے بڑھے اتنی ہی تنہائی بڑھی

برف کی سِل بھی تو حدت سے پگھل جاتی ہے
کیوں نہ اس شخص کو سینہ سے لگایا جائے

مجھے اپنی کم علمی کا احساس ہے اس لئے میں جیلانی صاحب کی آواز پہ لبیک کہہ رہا ہوں کہ :

تمام احباب میرے چہرے پہ اپنا اپنا ملال لکھ دیں
سلیٹ پر جیسے میرے بچے حساب کا اک سوال لکھ دیں!

سلیٹ پر میں نے مضمون کے شروع میں ہی معاندانہ مطالبہ کا سوال لکھ دیا تھا اور جواب جیلانی صاحب دے رہے ہیں :

"دیواروں پہ لکھ کر رکھ لو
میرا نام اور میری باتیں!
جب یہ ساری غزلیں نظمیں
وقت کی گرد سے اُٹ جائیں گی
میں الفاظ کے تہ خانوں سے
ققنس بن کر اُٹھوں گا!"

جیلانی صاحب! میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں۔

زلزلے یا خدا کے زور آور حملے

گزشتہ سو سال میں بڑے بڑے زلزلوں کی تباہ کاریاں

"دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا"

(براہین احمدیہ جلد ۴ صفحہ ۵۵۷)

(مرتبہ: عبدالسمیع خان۔ ربوہ)

نمبر شمار	سال	مقام	نقصان
۱	۱۸۸۶ء	چارلسٹن	ایک سو اسی (۱۸۰) لاکھ ڈالر کی جائیداد تباہ
۲	۱۸۹۱ء	مینو (جاپان)	آٹھ ہزار اموات، ایک لاکھ ۹۷ ہزار مکانات تباہ
۳	۱۸۹۷ء	آسام (ہندوستان)	تاریخِ آسام کا ہولناک ترین زلزلہ
۴	۱۹۰۵ء	کانگڑہ (ہندوستان)	۲۰ ہزار اموات، ۱۶ لاکھ مربع میل تک جھٹکے محسوس ہوئے
۵	۱۹۰۶ء	سان فرانسسکو	ایک ہزار اموات۔ ۲۰ کروڑ ڈالر کی املاک تباہ
۶	۱۹۰۷ء	جمیکا	ایک ہزار اموات۔ ۲۵ کروڑ ڈالر کی جائیداد تباہ
۷	۱۹۰۸ء	سسلی	۹۶ ہزار اموات
۸	۱۹۱۷ء	گوئٹے مالا	۲½ ہزار اموات
۹	۱۹۱۸ء	پورٹوریکو	ایک سو (۱۰۰) اموات۔ ۳۶ کروڑ ڈالر کی املاک تباہ
۱۰	۱۹۲۰ء	چین	ایک لاکھ اموات۔
۱۱	۱۹۲۳ء	جاپان	ایک لاکھ اموات۔

نمبر شمار	سال	مقام	نقصان
۱۲	۱۹۲۷ء	چین	۲ لاکھ اموات
۱۳	۱۹۳۲ء	چین	۷۰ ہزار اموات
۱۴	۱۹۳۵ء	کوئٹہ (پاکستان)	۴۰ ہزار اموات
۱۵	۱۹۶۲ء	ایران	۱۲ ہزار اموات
۱۶	۱۹۶۸ء	ایران	۱۲ ہزار اموات
۱۷	۱۹۷۰ء	پیرو	۶۷ ہزار اموات
۱۸	۱۹۷۴ء	پاکستان	۶ ہزار اموات
۱۹	۱۹۷۶ء	گوئٹے مالا	۳۲ ہزار اموات
۲۰	۱۹۷۶ء	چین	۶ لاکھ ۵۶ ہزار اموات
۲۱	۱۹۷۸ء	ایران	۲۵ ہزار اموات
۲۲	۱۹۸۰ء	الجزائر	۷۰ ہزار اموات
۲۳	۱۹۸۰ء	میکسیکو	۲۰ ہزار اموات
۲۴	۱۹۸۶ء	السلویڈور	۴ ہزار اموات ۔ نقصان اربوں ڈالر میں ہوا ۔
۲۵	۱۹۸۷ء	آسام (ہندوستان)	تاریخ کا سب سے بڑا زلزلہ ۲۰۰ ر ۱۷ ر ۳ کلومیٹر تک اثر
۲۶	۱۹۸۸ء	بھارت اور نیپال	صدی کا سب سے بڑا زلزلہ ۔ ۱۵۰۰ افراد ہلاک

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں :

" اے یورپ تو بھی امن میں نہیں اور اے ایشیاء تو بھی محفوظ نہیں اور اے جزائر کے رہنے والو کوئی مصنوعی خدا تمہاری مدد نہیں کریگا ۔ میں شہروں کو گرتے دیکھتا ہوں اور آبادیوں کو ویران پاتا ہوں ۔ وہ واحد و یگانہ ایک مدت تک خاموش رہا اور اسکی آنکھوں کے سامنے مکروہ کام کیے گئے اور وہ چپ رہا ۔ مگر اب وہ ہیبت کے ساتھ اپنا چہرہ دکھائے گا ۔ جس کے کان سننے کے ہوں سُنے کہ وہ وقت دور نہیں ۔ میں نے کوشش کی کہ خدا کی امان کے نیچے سب کو جمع کروں پر ضرور تھا کہ تقدیر کے نوشتے پورے ہوتے "

(حقیقۃ الوحی صـ۲۵۷)

اخبارِ مجالس

آگے قدم بڑھائے جا!

مجلس مغربی جرمنی کے خدام و اطفال کا آٹھواں سالانہ اجتماع

مجلس خدام الاحمدیہ مغربی جرمنی کا آٹھواں سالانہ اجتماع ۲-۳-۴ ستمبر ۱۹۸۸ء کو ناصر باغ - گروس گیراؤ میں منعقد ہوا۔ ۱۰۱ مجالس کے ۵۷۴ خدام نے شرکت کی۔ ان میں پاکستانی، جرمن، ترک، عرب، افریقن اور چیکوسلویکین خدام بھی شامل تھے۔ اطفال کے اجتماع میں ۳۵ مجالس کے ۱۱۱ اطفال شامل ہوئے۔ علاوہ ازیں ۵۷ انصار زائرین نے بھی شرکت کی نیشنل قائد برطانیہ چار خدام کے ساتھ اس اجتماع میں شرکت کے لئے برطانیہ سے تشریف لائے۔

اجتماع کی خاص خصوصیات:- امسال ۲ مجالس کے گیارہ خدام نے سائیکل پر سفر کر کے شمولیت کی جن میں سے چھ خدام برائٹن برگ سے ۵۵۰ کلومیٹر کا فاصلہ طے کر کے اجتماع میں شامل ہوئے۔

ایک خصوصی تصویری نمائش کا اہتمام کیا گیا جس میں مغربی جرمنی میں جماعت احمدیہ کی سرگرمیوں کی جھلکیاں دکھائی گئیں۔

مشنری انچارج مغربی جرمنی مکرم عطاء اللہ صاحب کلیم، مہتمم صاحب مجالس بیرون مرکزیہ مکرم صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب، نیشنل قائد مغربی جرمنی مکرم فلاح الدین خان صاحب اور نیشنل قائد برطانیہ مکرم صفی صاحب اور امیر صاحب مغربی جرمنی مکرم عبداللہ واگس ہاؤزر صاحب نے خطابات فرمائے۔

دوران اجتماع ایک سعید فطرت ترک نوجوان نے قبول احمدیت کا اعلان کیا۔

علمی اور ورزشی مقابلوں کے علاوہ نیشنل عاملہ خدام الاحمدیہ مغربی جرمنی اور قائدین مجالس کی ایک مشترکہ میٹنگ سے خطاب کرتے ہوئے مکرم صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب نے اہم ہدایات سے نوازا۔

مجلس کوبلنز اور مجلس وائزن ہائم حسنِ کارکردگی کے لحاظ سے اوّل قرار پائیں۔ بہترین داعی الی اللہ مجلس کی انعامی شیلڈ مجلس راڈے فودم والڈ نے حاصل کی۔

مجلس ٹوکیو (جاپان) کا سالانہ اجتماع

جاپان میں مجلس خدام الاحمدیہ ٹوکیو نے ۱۴-۱۵ر جولائی ۱۹۸۸ء کو اپنا سالانہ اجتماع بمقام

AICHI SCISHONEN PARK منعقد کیا۔ ۱۵ میں سے ۱۲ خدام حاضر تھے۔ خدام نے ایک رات خیموں میں گزاری۔ کھانا کھلے آسمان تلے لکڑی کی انگیٹھیوں پر خود تیار کیا اور اپنے برتن بھی خود دھوئے۔ علمی مقابلہ جات میں تلاوت، نظم، تقریر، اذان، بیت بازی، پرچہ عام معلومات اور ورزشی مقابلہ جات میں کلائی پکڑنا اور بیڈ منٹن کے مقابلے ہوئے۔

مجلس خدام الاحمدیہ ناگویا (جاپان) کا اجتماع

یہ یک روزہ سالانہ اجتماع ۳۱ جولائی ۱۹۸۸ء بروز اتوار مشن ہاؤس کے قریب واقع بلڈنگ "الصوفیہ" میں منعقد ہوا۔ علمی پروگرام اس بلڈنگ کی تیسری منزل پر واقع ایک ہال میں ہوئے۔ ان میں پرچہ دینی معلومات، مقابلہ تلاوت اور مقابلہ اذان شامل تھے۔ کھیلوں کے لیے اسی بلڈنگ میں ایک سپورٹس ہال بک کیا گیا تھا۔ جہاں پر باسکٹ بال، بیڈ منٹن اور کلائی پکڑنے کے مقابلے ہوئے۔ سپورٹس کے بعد علمی مقابلے پھر شروع ہوئے اور مقابلہ نظم اور فی البدیہہ تقاریر کے مقابلے ہوئے۔ بعد ازاں تمام خدام نے چند منٹوں کے لیے اپنا تعارف جاپانی زبان میں کروایا۔ اس سے پتہ چلا کہ بہت سے دوست اچھی جاپانی زبان جانتے ہیں۔ اختتامی تقریب میں تقسیم انعامات ہوئی۔ مجلس ناگویا کے مکرم حافظ امجد کو خصوصی انعام اور مکرم مقصود احمد صاحب نے مثالی خادم کا انعام حاصل کیا۔

۱۲ خدام حاضر تھے۔ ۶ غیر از جماعت دوستوں نے بھی شرکت کی۔

مجلس خدام الاحمدیہ امریکہ کا سالانہ اجتماع

مجلس خدام الاحمدیہ امریکہ کا سالانہ اجتماع ۱۲۔ ۱۳۔ ۱۴ اگست ۱۹۸۸ء کو الپائین (ALPINE) بوائے سکاؤٹس کیمپ میں منعقد ہوا۔ ۲۰۰ خدام و اطفال کے علاوہ انصار نے بھی شرکت کی۔ مختلف علمی و ورزشی مقابلہ جات ہوئے۔ قومی مجلس عاملہ کا اجلاس ہوا جس میں امریکہ میں دعوت الی اللہ اور خدمت خلق کی سکیموں پر غور کیا گیا۔ مجلس شکاگو کو بہترین مجلس کا انعام ملا۔ اس اجتماع میں بعض خدام تین ہزار میل دور سے اور دو احباب بیرون ملک سے تشریف لائے۔ خدا کے فضل سے اجتماع نہایت کامیاب رہا۔

مجلس تھرپارکر کا سالانہ اجتماع

مجلس خدام الاحمدیہ ضلع تھرپارکر (سندھ) کا سالانہ اجتماع ۵۔۶ ستمبر ۱۹۸۸ء کو نہایت شان و شوکت سے منعقد ہوا۔ افتتاحی اجلاس میں حاضری ۵۵۰ خدام و اطفال تھی۔ اس میں خصوصی طور پر مٹھی، نگر پارکر اور چھوبیورہ کے خدام شامل ہوئے۔ پہلے دن مقابلہ تلاوت اطفال میں ۵۰ اطفال۔ مقابلہ تلاوت خدام میں ۴۰ خدام شریک ہوئے۔ ورزشی مقابلہ جات میں کبڈی، والی بال، رسہ کشی، دوڑ اور چھلانگ شامل تھے۔ رات کو مقابلہ نظم اطفال ہوا۔ دوسرے دن تہجد سے پروگرام کا آغاز ہوا۔ بعد دوپہر مقابلہ تقریر خدام و اطفال میں ۴۴ مقررین نے حصہ لیا۔ آخری اجلاس میں تقسیم انعامات ہوئی۔ آخری اجلاس کی حاضری ۷۰۰ خدام تھی جو اس ضلع میں ایک ریکارڈ کی حیثیت رکھتی ہے۔

آل پاکستان صنعتی نمائش۔ ربوہ

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے شعبہ صنعت وتجارت کے زیرِ اہتمام آل پاکستان صنعتی نمائش ایوانِ محمود میں ۲۹-۳۰ ستمبر ۱۹۸۸ء کو منعقد ہوئی۔ الحمد للہ کہ پاکستان کی کئی مجالس کی طرف سے اشیاء نمائش کے لیئے آئیں سیلاب کی وجہ سے کئی جگہوں سے خدام اپنی اشیاء لے کر ربوہ نہ آسکے بلکہ بعض کو راستے بند ہو جانے کی وجہ سے واپس جانا پڑا۔

نمائش کا افتتاح ۲۹ ستمبر ۱۹۸۸ء کو صبح ۹ بجے مکرم محترم میجر عبد القادر صاحب ناظر دیوان صدر انجمن احمدیہ نے فرمایا۔ انہوں نے نمائش میں رکھی گئی اشیاء کو پسند فرمایا اور خدام کی محنت اور کوشش کی تعریف کی۔

۳۰ ستمبر ۱۹۸۸ء کو تقسیم انعامات کی تقریب منعقد ہوئی۔ محترم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب نے خدام میں انعامات تقسیم فرمائے۔ مندرجہ ذیل خدام کو انعامات دیئے گئے:۔

اوّل	مکرم شاہد جنجوعہ صاحب	لاہور
دوم	مکرم عبد الماجد صاحب	فیصل آباد
سوم	مکرم راجہ منصور احمد صاحب	ربوہ

مندرجہ ذیل خدام کو حوصلہ افزائی کے انعامات دیئے گئے:۔

۱۔	مکرم رشید احمد صاحب محمود	ربوہ
۲۔	مکرم سید محمود احمد صاحب	"
۳۔	مکرم محمود سلیمان صاحب	"

تقریب کے آخر میں مکرم صدر صاحب مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ نے مہمان خصوصی مکرم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب کی خدمت میں مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کی طرف سے کلمہ طیبہ کا ایک خوبصورت فریم بطور تحفہ پیش کیا۔ یہ فریم مکرم عبد الماجد صاحب آف فیصل آباد نے تیار کیا تھا

اس نمائش کے انعقاد کے سلسلہ میں مجلس خدام الاحمدیہ مقامی ربوہ نے خصوصی تعاون فرمایا۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

نمائش دیکھنے کیلئے کوئی ٹکٹ نہیں رکھا گیا تھا مستورات اور احباب کے لیئے اوقات مقرر کیئے گئے تھے۔ ان اوقات میں احباب اور مستورات نے بڑی کثرت سے تشریف لا کر نمائش کو دیکھا اور نمائش میں رکھی گئی اشیاء کو بیحد پسند کیا۔

سنہ ۱۹۱۱ء سے
دواخانہ
ایک ہی نام
حکیم نظام جان
اطلاع عام
حکیم انوار احمد جان ابن حکیم نظام جان
اقصیٰ چوک ربوہ میں ہر ماہ کی
۵-۶-۷ تاریخ کو مطب فرماتے ہیں۔
مینیجر دواخانہ حکیم نظام جان
اقصیٰ چوک ربوہ، فون نمبر ۵۵۸۔

Monthly KHALID RABWAH
Regd. No. L 5830
NOVEMBER 1988